# M.A Pakistan Studies

# Paper - III
# Constitutional and Political Development in Pakistan 1947-2009
# Sargodha University

حل شدہ پرچے

2011 - 2016


Created by:
Syed Hamid Ali, Rawalpindi
03315542559

# پرچہ تیسرا...... پاکستان میں آئینی و سیاسی ارتقاء

کل نمبر: 60 وقت: 2-15

**سوال 3: 1956ء کے آئین کے اہم خدوخال بیان کیجئے۔**

جواب: آئین 1956ء کے آئین کے اہم خدوخال درج ذیل ہیں:

1- مملکت پاکستان کی دوسری دستور ساز اسمبلی نے جس آئین 1956ء کی منظوری دی کے متعلق یہ بتانا ضروری ہے کہ چوہدری محمد علی نے شب و روز محنت کر کے اس کا



تیار کر لیا اور پھر انہوں نے 29 فروری 1956ء کو رات کے بارہ بجے تک قومی اسمبلی کا اجلاس جاری رکھا اور دستور کی تیسری اور آخری خواندگی مکمل کر کے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور 2 مارچ 1956ء کو دن کے گیارہ بجے قومی اسمبلی کے سپیکر عبدالوہاب کی قیادت میں ارکان اسمبلی نے یہ دستور گورنر جنرل سکندر مرزا کی رہائش گاہ پر اُن کو پیش کیا۔ انہوں نے نہایت عزت و وقار کے ساتھ باہر آ کر استقبال کیا۔

2- 23 مارچ 1956ء کو گورنر جنرل سکندر مرزا نے اس دستور کو نافذ کر کے مملکت خداداد پاکستان کو برطانوی ڈومینن کی بجائے آزاد مملکت بنا دیا۔

3- جہاں تک اس دستور کے اسلامی ہونے کا تعلق تھا' اُس کے اہم نکات مندرجہ ذیل تھے:

- i- ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا۔
- ii- قرارداد مقاصد 1949ء کو دستور کے افتتاحیہ کا درجہ دیا گیا۔
- iii- صدر کے لئے مسلمان ہونا لازمی تھا۔
- iv- اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا۔
- v- قوانین کی تدوین قرآن پاک اور سنت نبوی ﷺ کے مطابق کئے جانے کا فیصلہ کیا گیا۔
- vi- مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لئے ضروری سہولتیں فراہم کرنے کی شق دستور میں شامل کی گئی۔
- vii- غیر اسلامی سرگرمیوں کو ممنوع قرار دیا گیا۔

4- دستور 1956ء کے مطابق مملکت خداداد ایک وفاقی مملکت قرار پائی۔

5- مغربی پاکستان کے پانچ یونٹوں کو ایک وحدت میں تبدیل کر دیا گیا جو ون یونٹ کہلایا اور اس کے مطابق وفاق دو صوبوں مشرقی اور مغربی پاکستان پر مشتمل قرار پایا اور ان دونوں صوبوں کے درمیان ایک ہزار میل یا 1600 کلومیٹر سے زیادہ فاصلہ تھا۔

6- تقسیم ہند سے پہلے برصغیر میں برطانوی راج کے تحت گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے مطابق ملک میں نیم پارلیمانی نظام رائج تھا لیکن اس دستور کے تحت ملک کا سربراہ صدر اور حکومت و انتظامیہ کا سربراہ وزیراعظم کو بنایا گیا اور ملک میں پارلیمانی نظام رائج کر دیا گیا۔

7- پاکستان کا یہ آئین امریکی دستور کی طرح لچکدار تھا اور برطانوی آئین کی طرح قدرے لچکدار بھی نہ تھا۔

8- اس دستور کے تحت پاکستان کی مجلس قانون ساز صرف ایک ہی ایوان پر مشتمل تھی۔ دوسرے ایوان کی کمی کو صدر کے اختیارات سے پورا کیا گیا تھا۔

9- اس دستور کے تحت پاکستان کا صدر عام پارلیمانی کی طرح صرف علامتی صدر نہ تھا بلکہ اُسے ہنگامی اختیارات بھی تفویض کئے گئے تھے جس کی وجہ سے صدر پاکستان کا عہدہ بہت اہم ہو گیا تھا مثلاً وہ کسی بھی صوبے میں صدر راج نافذ کر سکتا تھا' اسمبلیوں کو برطرف کر سکتا تھا۔ صدر کو بھی اُس کے عہدہ سے علیحدہ کیا جا سکتا تھا مگر یہ کام اتنا آسان نہ تھا۔ اگر صدر کو اپنے خلاف ہونے والے کاموں کا پتہ لگ جاتا تو وہ قومی اسمبلی کو برخاست کر سکتا تھا۔

10- پاکستان کے عوام کے جہاں تک بنیادی حقوق کا تعلق تھا' اُن کو اس دستور کے تحت پوری ضمانت دی گئی تھی اور وہ اپنے حقوق کے حصول کے لئے عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹا سکتے تھے۔

11- اس دستور کے تحت عدلیہ کو پوری آزادی کی ضمانت دی گئی تھی جہاں تک آئین کی مختلف شقوں کا تعلق تھا' سپریم کورٹ کو توضیح و تعبیر کا پورا حق دیا گیا تھا۔ صوبوں کے اور مرکز کے درمیان اگر کوئی اختلاف پیدا ہو جائے تو سپریم کورٹ کے فیصلہ کو تسلیم کرنا ضروری تھا۔ اگر مقننہ کوئی قانون پاس کرے جو دستور کے خلاف ہو تو سپریم کورٹ کو حق دیا گیا کہ وہ اُسے خلاف آئین قرار دے۔

12- دستور میں تمام وہ شقیں شامل کی گئیں جن سے بین الاقوامی امن عامہ کا تحفظ' دوسرے ملکوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات کو استوار کرنا' جہالت و غربت کا خاتمہ اور اقوام متحدہ کے چارٹر پر عملدرآمد اور اُس کی پابندی کو راہنما اصولوں کے تحت واضح کیا گیا۔

13- اُردو اور بنگالی کو پاکستان کی سرکاری زبانوں کا درجہ دیا گیا اور انگریزی زبان کو بیس سال کے لئے دفتری زبان کا درجہ دیا گیا۔

14- دستور میں بالغ رائے دہی کے اصول کو تسلیم کیا گیا اور ووٹر کی عمر کے علاوہ تعلیم یا جائیداد کی شرط عائد نہیں کی گئی تھی۔

15- دستور میں اقلیتوں کو اُن کے جائز حقوق دینے کی پابندی شامل ہے۔ اُن کو اپنے عقیدہ و مذہب پر عمل کرنے اور اپنی ثقافت کو ترقی دینے کی آزادی ہوگی۔

دستور یہ پاس ہونے کے چند ماہ بعد چوہدری محمد علی کی وزارت ٹوٹ گئی اور اُن کی جگہ مسٹر حسین شہید سہروردی وزیراعظم بنے جنہوں نے کالی پٹیاں باندھ کر اسلامی دفعات پر احتجاج کیا تھا۔ سہروردی حکومت نے مخلوط انتخابات کا بل پاس کروا کر اپنے عزائم میں کامیابی حاصل کر لی۔



## آئین پر اعتراضات:

کسی چیز کا بنانا ایک مشکل کام ہوتا ہے اور اُس کے مقابلے میں اعتراض کرنا ایک بہت ہی آسان بات ہوتی ہے۔ جب 1956ء کا آئین نافذ ہوا تو مختلف حلقوں نے اس پر اعتراضات کئے جو آئینی اور سیاسی اعتبار سے قابل غور تھے:

1- آئین 1956ء غیر اسلامی ہے کیونکہ اس میں ایسے شخص کو جو ایک مسلمان کو مذہب تبدیل کرنے سے روک سکے' کوئی دفعہ شامل نہیں کی گئی۔

2- یہ دستور جمہوری روایات کا حامل نہیں۔

3- آئین میں صدر کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ جب چاہے وزیراعظم کو برطرف کر دے۔ اس سے سیاسی شخصیات کو ساز باز کر کے چور دروازے سے اقتدار میں آنے کا طریقہ سکھا دیا۔

## آئین پر سیاسی قائدین کی آراء:

1956ء کے آئین کی منظوری کے بعد مختلف سیاسی راہنماؤں اور قائدین نے اپنے تاثرات بیان کئے' اُن کی آراء کو درج ذیل کیا جاتا ہے:

### 1- صدر پاکستان مسلم لیگ سردار عبدالرب نشتر نے فرمایا:

"گزشتہ آٹھ برسوں میں بسا اوقات یوں نظر آیا کہ بدی کی قوتیں جمہوریت کو پاؤں تلے روندنے اور قیام پاکستان کے اصل مقصد کو ختم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گی لیکن بالآخر صداقت کو کامیابی حاصل ہوئی اور ہم ایک ایسا آئین حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے جو اپنی خامیوں کے باوجود جمہوریت کی ضمانت دیتا ہے۔ یہ امر بھی موجب اطمینان ہے کہ اس آئین میں مرکزی لیجسلیچر (Legislature) میں دونوں صوبوں کے نمائندوں کو اکثریت کی حمایت حاصل ہے۔"

### 2- مولانا احتشام الحق تھانوی نے فرمایا:

"اسلامی آئین کی منظوری سے وہ مقصد پورا ہو گیا کہ جس کی خاطر پاکستان کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ اسلامی آئین کے نفاذ کے بعد مملکت اور شہریوں دونوں کا فرض ہو گا کہ وہ اسلامی ضابطہ حیات پر پورا اُتریں۔"

### 3- مولانا مفتی محمد شفیع نے فرمایا:

"پاکستان کے لوگ جتنا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر کریں' کم ہے کہ اُس کے

فضل و کرم سے اس ملک کو طویل انتظار کے بعد ایسا دستور میسر آیا جس کے متعلق بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اُس میں عامتہ المسلمین کی آرزوؤں اور اسلام کے اہم تقاضوں کی خاصی رعایت موجود ہے۔ خامیوں سے پاک تو انسان کی بنائی ہوئی چیز نہیں ہو سکتی لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ فی الجملہ ایسا دستور حاصل ہو گیا ہے جس سے ہماری تعمیری سرگرمیوں کا ایک صحیح رُخ متعین ہو جاتا ہے۔"

### 4- محترمہ فاطمہ جناح نے فرمایا:

"آپ کو اپنے حقوق اور آزادی کی ضمانت مل گئی ہے۔ اب آپ بڑی احتیاط کے ساتھ اُن حقوق اور آزادیوں کی حفاظت کریں' آٹھ سال کی جدوجہد کے بعد ملک آئین حاصل کر رہا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ عام انتخابات جلد ہوں گے اور پاکستان ایک جمہوریہ بن جائے گا۔ اب آپ کو اس آئیڈیالوجی کی تکمیل کرنا ہے جس کی خاطر پاکستان حاصل کیا گیا تھا۔"

### 5- پیر علی محمد راشدی نے فرمایا:

"پاکستان کے عوام نے ایک مہذب قوم کے شایان شان ایک مثالی دستور حاصل کر لیا ہے۔ تحریک پاکستان کی بنیاد اسلامی آئیڈیالوجی کی اس دستور میں ضمانت دی گئی ہے اور قرآن و سنت کے مخالف کوئی قانون نہیں بنایا جا سکے گا۔"

## سوال 4: جنرل ضیاء الحق کی نفاذ اسلام کی پالیسی کو بیان کیجئے۔

**جواب:** جنرل ضیاء الحق اقتدار میں آئے تو انہوں نے دو مرتبہ انتخابات کا وعدہ کیا لیکن وہ اس پر عمل نہ کر سکے اور اسلامی نظام کے نفاذ کا وعدہ کیا اور ایک مضبوط جمہوریت کے تجربے کا آغاز کیا۔ دستور میں آٹھویں ترمیم نے صدر کے اختیارات بڑھائے۔

### اسلامی نظریاتی کونسل:

1977ء میں جنرل ضیاء الحق نے دستوری ادارے معطل کر دیئے سوائے اسلامی نظریاتی کونسل کے' کونسل کو ایک کروڑ روپیہ دیا گیا کہ وہ ماہرین کی خدمات حاصل کرے اور مسلم ممالک سے علماء دین اور ماہرین قانون کو بلائے۔ کونسل کی ترتیب نو کی گئی' ضیاء الحق کونسل کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔



### نظام صلوٰۃ:

جنرل ضیاء الحق نے پورے ملک کے لئے نظام صلوٰۃ مرتب کرنے کی کوشش کی۔ سرکاری اداروں اور تعلیمی اداروں میں ظہر کی نماز کا حکم دیا گیا۔ شہروں' قصبوں اور دیہات میں صلوٰۃ کمیٹیاں بنائی گئیں۔ ریڈیو اور ٹی وی سے اذانیں نشر کی گئیں۔

### خواتین کی عزت:

جنرل ضیاء الحق نے چادر اور چار دیواری کے تحفظ کا اعلان کیا۔ خواتین کو عدالتوں میں بطور گواہ طلب کرنے کی ممانعت کر دی۔ عوام کے مساوی حقوق کا اعلان کیا اور یہ کہ قانون کا تحفظ سب کو حاصل ہے۔

### احترام رمضان کا قانون:

رمضان میں پبلک مقامات پر کھانے پینے کی پابندی لگا دی اور اس کی سزا تین ماہ قید یا پانچ سو روپے جرمانہ عائد کی۔ سینما گھروں میں تراویح کے اوقات میں پابندی لگا دی' مسجدوں میں شبینہ محفلیں منعقد کی گئیں۔

### حج کی سہولتیں:

جنرل ضیاء الحق نے حج کی سہولتیں مہیا کیں' سپانسر شپ سکیم جاری کی۔

### زکوٰۃ اور عشر کا قانون:

زکوٰۃ کے حصول کا اہتمام سرکاری طور پر کیا گیا۔ بنکوں کے اکاؤنٹ میں سے اڑھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ کاٹنے کا انتظام کیا گیا۔ زکوٰۃ غریبوں' بیواؤں' یتیموں' ناداروں اور اپاہجوں پر صرف کرنے کے لئے زکوٰۃ کمیٹیاں بنائی گئیں۔ 1980ء میں حکومت نے زکوٰۃ فنڈ میں 2 ارب 25 کروڑ روپیہ جمع کرایا اور دس کروڑ روپے سے زکوٰۃ فاؤنڈیشن قائم کیا جس میں 1986-85ء میں دس لاکھ افراد اور ایک لاکھ اداروں کو مدد دی گئی لیکن لوگوں کے اپنی طرف سے زکوٰۃ دینے کی رفتار سست ہے۔ اگر زکوٰۃ کا نظام درست ہو جائے تو معاشرے سے عدم مساوات یکسر ختم ہو جائے۔

عشر کا نظام 1982ء میں شروع کیا گیا۔ بارانی زمینوں پر 5 فیصد اور نہری زمینوں پر 10 فیصد عشر مقرر کیا گیا۔

### اسلامی نظام معیشت:

1- بنکوں میں نفع نقصان کے کھاتے کھولے گئے۔

2- ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن میں نیا نظام متعارف کرایا گیا جو متوقع کرایہ پر مبنی ہے۔

3- سرمایہ کاری کی کارپوریشنوں میں نظام متعارف کرایا گیا جس سے سرمایہ کاروں کو نفع ملتا ہے لیکن یہ کوئی ابھی صائب نظام نہیں ہے۔

## حدود آرڈیننس:

فروری 1979ء میں جنرل ضیاء الحق نے حدود آرڈیننس نافذ کر دیا۔ چوری، ڈاکہ، قتل، شراب نوشی کرنا ان کی شرعی سزاؤں کا فیصلہ ہو گیا۔ ابھی ان کے نفاذ میں کچھ نقائص موجود ہیں۔

## نظام عدل:

شرعی عدالتیں قائم کی گئیں اور نچلی سطح پر قاضی کورٹس قائم کی گئیں۔ قاضیوں کی تربیت کے لئے جوڈیشل سروس اکیڈمی بنائی گئی جہاں اسلامی قوانین کی تربیت دی جاتی ہے۔

## وفاقی شرعی عدالت:

اس کا درجہ سپریم کورٹ کے برابر ہے اور اس کے جج سپریم کورٹ کے ججوں کے برابر ہیں۔ اگر یہ عدالت کسی قانون کو غیر اسلامی قرار دے دی تو وہ کالعدم ہو جاتا ہے۔ شریعت بینچ میں تین علماء کو بھی شامل کیا گیا۔

## اسلامی معاشرے کا قیام:

1- ٹی- وی اناؤنسروں کے لئے دوپٹہ لازمی قرار دیا گیا۔
2- فحش اور گندے لٹریچر پر پابندی عائد کی گئی۔
3- اسلامی معاشرہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی۔
4- ریڈیو اور ٹی وی سے غیر اسلامی پروگرام ختم کئے اور قرآن پاک کی تدریس کا سلسلہ شروع ہوا۔
5- عربی زبان کی تدریس کا سلسلہ شروع ہوا۔
6- اسلام آباد میں شرعی فیکلٹی قائم کی گئی۔
7- علماء اور مشائخ کے کنونشن طلب کئے گئے اور ان سے مشورے طلب کئے گئے۔
8- اسلامی ممالک سے رابطے بڑھائے گئے۔
9- جنرل ضیاء الحق کے دور میں اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ کی دو اسلامی کانفرنس پاکستان میں ہوئیں اور جنرل ضیاء الحق نے سو کروڑ مسلمانوں کے نمائندے کی حیثیت سے 1980ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے خطاب کیا۔



## سوال 5: ذوالفقار علی بھٹو کی قومیانے کی پالیسی بیان کیجئے۔

جواب: مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے جن حالات میں حکومت کی باگ ڈور سنبھالی، اس کا مختصر ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ 1970ء کے انتخابات پاکستان پیپلز پارٹی جس کے وہ خود بانی تھے، نے مغربی پاکستان کے عوام میں زبردست مقبولیت حاصل کی تھی اور اکثریتی پارٹی بن گئی۔ اتنی مقبولیت حاصل کرنے کی وجہ ان کا ایک نعرہ "روٹی، کپڑا اور مکان" تھا۔ انہوں نے پارٹی کے منشور کی عمارت کو جن چار ستونوں پر کھڑا کیا تھا، اس میں سوشلزم کو معیشت کی بنیاد بنایا تھا۔ گو ان کے مخالفین نے لفظ سوشلزم کو کیمونزم کے ساتھ جوڑ کر اس کی پالیسی کو کیمونسٹ قرار دیا۔ گو بھٹو کا مطلب وہ نہیں تھا لیکن مخالفین کی زبان پر تو تالہ بندی نہیں ہو سکتی۔ بھٹو نے اسے اسلامی سوشلزم کہنا شروع کر دیا۔ دراصل اس کا مطلب مزدوروں اور کسانوں کی پسماندگی کو دور کرنا تھا کیونکہ روٹی، کپڑا، مکان کے نعرہ پر انہی لوگوں نے سب سے زیادہ کان دھرا تھا اور انہی کے ووٹوں سے بھٹو صاحب نے انتخابات میں اتنی کامیابی حاصل کی تھی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سب سے پہلے انہی کی طرف توجہ دی۔

# قومیانے کی پالیسی

بھٹو صاحب نے 2 جنوری 1982ء کو ایک آرڈیننس کے ذریعے مندرجہ ذیل اداروں کو قومی ملکیت میں لینے کا اعلان کر دیا۔ جہاں تک اس پالیسی کا تعلق ہے اور اس کا تجزیہ کیا جائے تو اس کے پس پردہ سوشلزم کا پرتو نظر آتا ہے لیکن کچھ باتوں کو سوشلزم میں ڈھالنا اور باقیوں کو اسلامی طرز پر رہنے دینا اس قومیانے کی پالیسی کے لئے نقصان دہ ثابت ہوا بہرحال اس کے تحت بیس بڑے بڑے نجی کارخانے جن میں گیس اور تیل صاف کرنے کے کارخانے، فولاد لوہے کے کارخانے، ٹریکٹر پلانٹ، موٹر گاڑیوں کی صنعت، ہیوی کیمیکل پلانٹس، پیٹروکیمیکلز وغیرہ کی صنعتیں شامل تھیں، کو سرکاری تحویل میں لے لیا گیا۔ ان کمپنیوں کے مالک ڈائریکٹروں کو ان کے حصص سے محروم نہ کیا گیا۔ پندرہ دن کے بعد یعنی 16 جنوری 1972ء کو مزید گیارہ صنعتوں کو نجی شعبے سے نکال کر سرکاری قبضے میں لے لیا گیا۔ اس پالیسی سے سرکاری کنٹرول میں اضافہ ہو گیا لیکن نجی شعبہ مزید صنعتیں لگانے سے اجتناب کرنے لگا اور سرمایہ کاری میں تنزلی کا انقلاب آ گیا جس سے عوام کو زبردست تنقید کا موقع ملا۔

## بنکوں کو قومیانے کی پالیسی:

بڑی صنعتوں کو قومیانے کے بعد بھٹو نے 9 مارچ 1972ء کو ایک آرڈیننس کے ذریعے تمام ان کمپنیوں کو جو زندگی کا بیمہ کرتی تھیں، ان کو سرکاری تحویل میں لے لیا اور ان سب کو ضم

کر کے سٹیٹ لائف انشورنس کارپوریشن قائم کر دی۔ ان سے حکومت کو تو فائدہ ہوا لیکن ایجنٹوں کی کمیشن ختم ہو گئی۔

علاوہ ازیں حکومت نے ایک اور صدارتی حکم کے ذریعے تمام بنکوں کو بھی قومیایا اور ان سب کو سٹیٹ بنک آف پاکستان کے ماتحت کر دیا گیا اور سٹیٹ بنک کو یہ اختیار دے دیا گیا کہ وہ اپنے ایڈمنسٹریٹر وہاں پر مقرر کر دے جہاں تک بنکوں کے ڈائریکٹر کا تعلق تھا' ان کی مجموعی تعداد میں بھی کمی کر دی گئی۔ گو قومیائے جانے سے بنکوں کو قصبوں اور دیہاتوں تک پھیلا دیا گیا اور ان کی تعداد میں اضافہ بھی ہو گیا لیکن آہستہ آہستہ ان بنکوں کی کارکردگی کافی متاثر ہوئی اور بتدریج ان کا معیار بھی گر گیا جس سے پھر وہی بات اور ضرب المثل سچ ثابت ہوئی کہ سرکاری اور نجی شعبوں کی کارکردگی میں بہت فرق ہوتا ہے:

**Great difference between Govt. enterprise and self enterprise.**

## زرعی اصلاحات:

بھٹو صاحب کسانوں کی زندگیوں میں بھی انقلابی تبدیلی لانا چاہتے تھے۔ گو وہ سندھ کے بہت بڑے جاگیردار تھے لیکن ان کی سوچ میں کافی تبدیلی آ چکی تھی۔ وہ جہاں مزدوروں کے لئے اصلاحات نافذ کر رہے تھے وہیں انہوں نے کسانوں کے لئے بھی اور خاص طور پر بے زمین کاشتکاروں کے لئے مندرجہ ذیل زرعی اصلاحات نافذ کیں:

1- زمین کی زیادہ سے زیادہ حد ملکیت 500 ایکڑ نہری اور 1000 ایکڑ بارانی زمین سے کم کر کے 150 ایکڑ نہری اور 300 ایکڑ بارانی مقرر کر دی جبکہ بقایا زمین کو مزارعین میں بلامعاوضہ تقسیم کر دیا گیا۔

2- مزارعین کو صرف بٹائی کا حصہ ادا نہ کرنے' لگان ادا نہ کرنے کی صورت میں بے دخل کیا جا سکتا تھا۔

3- بیج فراہم کرنا' لگان ادا کرنا' آبیانہ ادا کرنا' زمین کے مالکان کی ذمہ داری قرار پائی۔

4- جن سرکاری ملازمین نے دوران ملازمت یا بعداز ریٹائرمنٹ زمین حاصل کی' اس کی حد 100 ایکڑ مقرر کر دی گئی بقایا ان سے لے لی گئی۔ فوجی افسران کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔

5- جن لوگوں کے پاس بارڈر پر ''دفاعی پٹی'' میں فوجی سکیم کے تحت زمین تھی لیکن بعد میں انہوں نے اس کے عوض اندرون ملک زمین حاصل کر لی' وہ زمین ضبط کر لی گئی۔

6- سرکاری زمینوں کو ان کاشتکاروں کو تقسیم کر دیا گیا جن کے پاس گزارہ یونٹ سے کم زمین تھی۔



7- مزارعین کو زمین کی فروخت کی صورت میں شفع کا حق دے دیا گیا۔

### تبصرہ:

1- سب سے زیادہ اثر معاشیات پر صنعتوں اور بنکوں کو قومیانے کی وجہ سے پڑا۔ ایک تو مزدوروں اور محنت کشوں کی کارکردگی سے اور دوسرے نگرانوں کے تساہل اور عدم دلچسپی سے' علاوہ ازیں ان غیر تکنیکی نگرانوں کی تقرریاں سفارشوں کی بناء پر ہوتی تھیں اور اس کے لئے سیاسی اثر و رسوخ استعمال کیا جاتا تھا۔

2- زرعی اصلاحات سے کسانوں اور کاشتکاروں کو ذاتی لحاظ سے تو بہت فائدہ ہوا لیکن کھاد کی قیمتوں میں بے حد اضافہ سے مالیہ کی معافی بے معنی ہو گئی اور ان اصلاحات سے کسانوں کو حاصل ہونے والی خوشی وقتی ثابت ہوئی۔

3- ٹریڈ یونین اور لیبر اصلاحات سے سوشلسٹ لیڈروں نے کارخانہ داروں سے ناجائز فائدے اُٹھانے شروع کر دیئے اور مزدوروں کو بغیر کام کئے تنخواہ ملنی شروع ہوئی تو انہوں نے اس کا ناجائز فائدہ اُٹھایا اور ایک طرح سے لیڈروں نے مزدوروں کے ذریعے بلیک میل کرنے کی پالیسی اپنا لی اور ہر جائز و ناجائز بات منوانے کے لئے ہڑتال اور کام بند کرنے کی دھمکیاں دینا شروع کر دیں۔

4- برآمدی تجارت پر بہت اثر پڑا اور اس میں کمی واقع ہو گئی اور صنعتوں کو قومیانے کی وجہ سے بیرونی ممالک کی سرمایہ کاری بند ہو گئی۔ سرمایہ داروں نے نئے کارخانے اور صنعتیں قائم کرنے سے ہاتھ روک لیا۔

5- ان تمام محکموں میں بددیانتی نے اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیا۔ قومیائی صنعتیں دن بدن گھاٹے میں جانا شروع ہو گئیں۔ نگرانوں نے مشینوں کے قیمتی کل پرزوں کو ادھر اُدھر کرنا شروع کر دیا۔ اس لحاظ سے مختلف صنعتوں کی مشینری کو درست حالت میں رکھنے کے لئے اخراجات میں بے حد اضافہ اور ان پُرزوں کو درآمد کرنے میں کثیر زرمبادلہ کا خرچ محفوظ سرمائے پر اثر انداز ہوا۔

6- ان تمام مندرجہ بالا وجوہات کی بناء پر قیمتوں میں اضافہ ہوا اور وہ بھی کمر توڑ اور ان تمام حالات کا اثر یہ ہوا کہ تنخواہ دار طبقہ معاشی لحاظ سے کافی متاثر ہوا اور غریب کے لئے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ بھرنا مشکل ہی نہیں بلکہ بہت حد تک ناممکن ہو گیا جس کی وجہ سے معاشرہ میں بے چینی پیدا ہونے لگی۔

---

**سوال 6: بلوچستان کے مسئلے کو بیان کیجئے۔**

جواب: بلوچستان بہادر بلوچ' پختون اور بروہی قبائل پر مشتمل صوبہ ہے۔ تحریک پاکستان کے

دوران یہاں کے غیور عوام نے حصول آزادی کے لئے بیش بہا خدمات کے انمٹ نقوش چھوڑے۔

پاکستان کا رقبہ کے لحاظ سے سب سے بڑا صوبہ بلوچستان ہی ہے۔ یہ صوبہ برصغیر کے مغرب میں واقع ہے۔ اس کی تاریخ بھی بہت قدیم ہے۔ یہاں غیر مسلم ایرانی حکمرانوں اور مسلمان حکمرانوں نے بھی حکومت کی ہے۔ قدیم دور میں ایرانی سلطنت کا ہخامنشی حکمران خاندان یہاں برسراقتدار رہا ہے۔ بلوچستان کی سرحد ایران کے ساتھ ملحق ہونے کی وجہ سے دین اسلام کی کرنیں یہاں مسلمان فاتحین سے پہلے پہنچ چکی تھیں۔ تاہم لوگ سرعت کے ساتھ اسلام کی طرف راغب نہ ہوئے۔ انگریزوں نے بلوچستان میں انیسویں صدی عیسوی میں قدم رکھے۔ یہاں کے بلوچ، پختون اور براہوی قبائل کی غیرت مندی نے انگریز تسلط کو قبول نہ کیا، اس کے خلاف قیام پاکستان تک آزادی کی جدوجہد جاری رکھی۔

عہد حاضر میں بلوچستان پاکستان کا ایک اہم صوبہ ہے۔ اس کا صوبائی دارالحکومت کوئٹہ ہے۔

پاکستان کے لئے بلوچستان بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ دفاعی، معاشی، معاشرتی اور مذہبی اعتبار سے اس کا پاکستان میں ہونا پاکستان کی شان ہے۔ دفاعی اعتبار سے اس کے دشوار گزار پہاڑی راستے دشمن کو آسانی سے کامیاب نہیں ہونے دیتے۔ نیز ایٹمی تجربات کے لئے یہ بہترین خطہ ہے۔ 28 مئی 1998ء کو پاکستان نے اپنے پہلے ایٹمی تجربے کا آغاز بلوچستان ہی کے چاغی کے پہاڑوں میں کیا ہے۔ معاشی طور پر ساحل سمندر پر واقع ہونے کی وجہ سے گوادر کی اہم تجارتی بندرگاہ پاکستان کی اقتصادی حالت کو مستحکم بنانے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ بلوچستان کے معدنی ذخائر اور قدرتی گیس کی فراوانی پاکستانی معیشت کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ معاشرتی اور مذہبی لحاظ سے اسلامی تہذیب و ثقافت اور اقدار کی جڑیں یہاں بے حد مضبوط اور گہری ہیں۔

بلوچستان کا رقبہ سب سے زیادہ اور آبادی سب سے کم ہے۔ وسائل کی تقسیم کار آبادی کے لحاظ سے ہونے کی وجہ سے بلوچستان کو کم وسائل میسر آتے ہیں۔ رقبہ زیادہ ہونے کی وجہ سے وہاں کی آبادی زیادہ تر قبائل کی شکل میں زندگی بسر کرتی ہے۔ دس گھر ادھر تو پندرہ گھر دوسری طرف جس کی وجہ سے ہر گھر بنیادی سہولت سے محروم رہتا ہے جس میں تعلیم سب سے اہم ہے اور اس کی وجہ سے غربت اپنے عروج تک پہنچی ہوئی ہے۔ امیر اور غریب میں بہت ہی فرق پایا جاتا ہے۔ لوگوں میں غلام اور آقا کا حساب ہو جاتا ہے۔ غریب غریب تر اور امیر امیر تر ہوتا چلا جاتا ہے تو پھر ایسی صورت حال میں سیاسی پارٹیاں اپنا کام عوام کی مرضی کے مطابق نہیں بلکہ اپنے مفاد کے مطابق کرتی ہیں جس کی وجہ سے صوبائی اور وفاقی حکومت کے درمیان ایک



تناؤ آ جاتا ہے۔ یہی حال صوبہ بلوچستان کا ہے اور یہی سب سے بڑا مسئلہ ہے۔

1973ء کے آئین میں دی گئی صوبائی خودمختاری اگرچہ مثالی وفاق کی ضرورت پر پورا نہیں اُترتی۔ مرکز اور وفاقی اکائیوں کے درمیان ایک قابل عمل تعلق قائم کرنے کی جانب یقیناً ایک بہت بڑا قدم تھا مگر ہم نے دیکھا کہ آئین میں دی گئی خودمختاری کی شقوں کی کس طرح جان بوجھ کر خلاف ورزیاں کی گئیں۔

1998ء میں جمہوری وطن پارٹی کے پانچ اراکین سینٹ یعنی خدائے نور، میر ہمایوں خاں مری، میر نبی بخش ڈوگی، محمد انور خان درانی اور ایم ظفر نے جمہوری پارٹی کے پرائیویٹ ممبرز کی شکل میں سینٹ میں ایک بل پیش کیا جس میں صوبائی خودمختاری کے نظریہ کو تفصیل سے بیان کیا گیا تھا۔ اس میں آئین میں بعض دفعات میں ترمیم و تبدل کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

بلوچوں کا کہنا ہے کہ توانائی استعمال کرنے والی وحدتوں کو اس کے استعمال کی مناسب قیمت ادا کرنی چاہئے۔ قدرتی وسائل کے ضمن میں بلوچستان کو اس کا حصہ ملنا ضروری ہے۔ جب بلوچستان کے قبائلیوں نے سیاسی اہمیت کا مظاہرہ کیا تو کچھ قبائل حکومت کے ساتھ اور کچھ مخالفت میں ہو گئے۔ دوسری طرف جنرل مشرف نے سیاسی حوالے سے ان کا حل نہ تلاش کیا بلکہ طاقت کا استعمال کر کے اکبر خان بگٹی کو مار دیا گیا۔ بگٹی اور مری تقریباً ایک ہوئے تھے اور حکومت میں سالہا سال شامل رہے مگر مشرف دور میں ان پر زمین تنگ کر دی گئی۔ مشرف کی حکومت جاتے ہی پھر بگٹی اور مخالف قبائل میں ٹھن گئی اور حکومت کو ناکام کرنے میں آئے دن قتل ہوتے رہے۔ سوئی گیس کی پائپ لائنیں اور بجلی کے کھمبوں کو بم سے اُڑا دیا جاتا رہا۔ لوگوں کو بسوں سے اُتار کر قتل کر دیا جاتا ہے۔

پاکستان کی پی پی پی کی حکومت نے کسی حد تک بلوچوں کی محرومیوں کو دور کرنے کے لئے ان سے وعدے کئے۔ صدر پاکستان نے خود جا کر معافی مانگی لیکن ابھی تک بلوچستان کا مسئلہ اور حالات جوں کے توں ہی ہیں۔

**سوال 7: پاکستان میں سیاسی عدم استحکام کی وجوہات بیان کیجئے۔**

**جواب:** حضرت قائداعظمؒ کی وفات کے بعد ملک وقوم کو ان جیسا لیڈر میسر نہ آیا جو بھی نیا قائد برسراقتدار آیا اس کے اردگرد اس کے حواریوں نے اسے زبانی جمع خرچ سے اصل صورت حال سے بے خبر رکھا اور اس صورت حال میں برسراقتدار اشخاص اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے اور اسے طول دینے کے لئے ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرتے رہے گو جہاں تک پارلیمانی نظام کا تعلق تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ 1947ء سے 1958ء تک رائج رہا لیکن اس میں کئی قسم کے ہچکولے آتے رہے۔ آخرکار 1958ء کو مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔

1958ء کے مارشل لاء کی نمایاں وجوہات مندرجہ ذیل تھیں:

1- قیادت کا فقدان

2- بنیادی سوچ میں تبدیلی

مثلاً سرحد میں عبدالغفار خان نے سر اُٹھایا' کشمیر میں کشمیری گاندھی اپنے مسلمان کشمیری بھائیوں کو حق رائے دہی کے خلاف ذاتی منفعت کے لئے بھارت کی گود میں جا بیٹھا' قلات میں نواب نے اپنی حکومت بنانے کا اعلان کر دیا' سندھ میں کھوڑو صاحب کو قائداعظمؒ راہ راست پر لائے۔

3- آئین سازی میں تاخیر

4- سیاسی اصولوں کی بے حرمتی

مثلاً پہلے مساوات' مساویانہ کا نعرہ اور پھر 165 اور 135 کی نسبت پر رضامندی پہلے صرف اُردو زبان سرکاری زبان پھر بنگالی زبان کا مطالبہ۔

5- نوکر شاہی

6- سیاسی شعور کا فقدان

7- معاشی بحران

8- حزب اختلاف کے وجود کو ہی تسلیم نہ کرنا

آخرکار ایوب خان کے مارشل لاء کا زوال شروع ہو گیا مگر پھر 1969ء کو جنرل یحیٰی کی باری آ گئی مگر یہ زیادہ دیر تک نہ رہ سکا۔ 1970ء کو پاکستان کی تاریخ کے پہلے جنرل انتخابات ہوئے اور ایک جمہوری حکومت سامنے آئی مگر ایک بار پھر 1977ء کا مارشل لاء سامنے آ گیا۔

**1977ء میں سیاسی عدم استحکام کی وجہ:**

7 مارچ 1977ء کو انتخابات منعقد ہوئے۔ حکمران پارٹی نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا' عوام کو اس بات کا بھی یقین تھا کہ انتخابات میں دھاندلی ہو گی اور وہ باقاعدہ ہوئی۔ غنڈہ گردی اور فائرنگ پولنگ سٹیشنوں پر ہوئی۔ خاص طور پر مستورات کے پولنگ سٹیشنوں پر تاکہ عورتیں ڈر کر بھاگ جائیں۔ یہ سب باتیں حزب اختلاف نے برداشت کیں لیکن پولنگ کے اختتام پر جو دھاندلی ہوئی اور جعلی ووٹ ڈالے گئے وہ قابل قبول نہ تھے۔ اس ساری دھاندلی نے اپنا ردعمل عوامی تحریک میں ظاہر کیا۔ پی۔ این۔ اے نے ملک میں ملک گیر تحریک چلائی جس کی وجہ سے مسلح افواج میں بھی اپنا رسوخ بڑھانا شروع کر دیا تھا۔ بھٹو حزب اختلاف کو تسلیم ہی نہیں کرنا چاہتے تھے اور ہر طرح طاقت اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے لہٰذا اس کا نتیجہ مارشل لاء کی صورت میں نکلا۔



سیاسی عدم استحکام کا دور ایک بار پھر بے نظیر بھٹو کی حکومت سے شروع ہوا۔ اس کی بڑی وجہ حزب اختلاف کے ساتھ ناروا سلوک بنا۔ اس کے بعد 1990ء' 1993ء اور 1997ء میں الیکشن ہوئے۔ یہاں بھی طاقت کے نشے میں حکومت کو صرف اپنی ہی طاقت نظر آ رہی تھی مگر تیسری طاقت سے بے خبر رہے۔ حکومت اور حزب اختلاف کی کشمکش سے ہی جان نہ چھوٹ سکی۔ اس کی وجہ سے عوام پر کوئی توجہ نہ دی گئی اور ایک دفعہ پھر جنرل پرویز مشرف نے نواز شریف کی حکومت برطرف کر دی۔ یہاں مجموعی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ دیگر عوامل کے علاوہ کچھ وجوہات مندرجہ ذیل بھی تھیں:

1- فوجی افسروں کو حکومت کرنے کا شوق

2- سپر پاور کا کردار

3- حکومت کا حزب اختلاف کو نفرت سے دیکھنا

4- قانون اور آئین کی پاسداری نہ کرنا اور اپنی مرضی ٹھونسنا

5- اجارہ داریاں قائم کرنا

6- رشوت' غربت' بددیانتی اور مہنگائی وغیرہ

7- ذاتی مخالفت میں مصروف رہنا اور عوام کو بھول جانا

# سیاسی عدم استحکام کی وجوہات

پاکستان میں دیگر عوامل کے علاوہ درج ذیل عوامل بھی سیاسی عدم استحکام کی وجوہات میں شامل ہیں:

**ٹکراؤ اور چپقلش:**

ہر سیاسی نظام میں مختلف طبقوں کے مابین نسلی' علاقائی' لسانی' فکری اور تمدنی اختلافات موجود ہوتے ہیں جو بسا اوقات آپس میں تضاد رکھتے ہیں اور اسی تضاد کے باعث ان میں چپقلش پیدا ہو جاتی ہے جو سیاسی عدم استحکام کا سبب بنتی ہے۔ اگر ان تنازعات اور چپقلش کی فضاء کے تدارک کے لئے حکومت موثر کردار ادا کرنے کی اہل ہو تو سیاسی نظام مستحکم رہتا ہے' بصورت دیگر سیاسی نظام میں گڑبڑ پیدا ہو جاتی ہے اور سیاسی نظام کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا جاتا ہے اور اکثر اوقات اس کے نتیجے میں حکومت کو اقتدار سے ہاتھ دھونا پڑتے ہیں۔

**عدم جائزیت:**

اگر حکومت آئینی طریقے سے وجود میں نہ آئی ہو یا انتخابات میں دھاندلیوں کی بناء پر برسر اقتدار آئی ہو یا انتقال اقتدار پُرامن طریقے سے نہ ہوا ہو تو حکومت کی ناجائزیت کی وجہ

ہر ایک نے اس کے متعلق نہ صرف اطمینان کا اظہار کیا بلکہ خوشی و مسرت کے شادیانے بجائے گئے لیکن پھر بھی یہ ناکام ہوا جہاں اس قانون میں کچھ خوبیاں تھیں، وہاں کچھ خامیاں بھی تھیں۔

اسمبلی میں جب یہ اعلان ہوا کہ بل پاس ہوگیا ہے تو ممبروں نے اللہ اکبر کے نعروں اور تالیوں سے اس کا خیر مقدم کیا لیکن ان ممبران میں وہ لوگ بھی شامل تھے جن میں عوامی لیگ اور ان کے کانگرسی ہمنوا ممبران تھے۔ وہ یکے بعد دیگرے واک آؤٹ کر گئے۔ اسی طرح جب پورے بل کو منظور یا نامنظور کرنے کا وقت آیا تو پہلے مسٹر سہروردی اور ان کی پارٹی نے واک آؤٹ کیا، اس کے بعد دوسرے مخالف گروپ بھی اُٹھ کر چلے گئے۔

جنرل محمد ایوب خان نے اپنی کتاب ''فرینڈز ناٹ ماسٹرز'' میں لکھا:

''یہ آئین چوں چوں کا مربہ ہے، اس میں ایسے مستعار نظریات تھے جو ایک دوسرے کی کاٹ کرتے تھے جس سے ملک میں پہلے ہی بڑی ابتری پھیل چکی تھی۔ اس آئین نے اقتدار کو صدر، وزیراعظم اور اُس کی کابینہ اور صوبوں میں تقسیم کرکے اُس کی مرکزی کو ہی نیست و نابود کر دیا تھا اور کسی کو صاحب اقتدار نہیں رہنے دیا تھا۔''

علاوہ ازیں یہ بات بھی کسی حد تک واجب تھی کہ ایسے آئین کو سمجھنے کے لئے عوام کی سمجھ کیسی تھی، یہ تو مغربی طرز کے نظام جمہوریت کی عکاسی کر رہا تھا جس کے لئے عوام کا تعلیم یافتہ ہونا لازمی بات ہوتی ہے۔ ہماری تعلیمی شرح انتہائی پست تھی، مشکل سے 20 فیصد لہٰذا لوگوں کی کم علمی بھی اس نظام کے ناکام ہونے کی بڑی وجہ بنی۔

اسی طرح ایک اور معتبر ایم۔ ایس وینکٹے رامانی نے لکھا:

''چوہدری محمد علی حکمران ٹولے کے آلہ کار بنے رہے تھے۔ وہ تاریخ میں ''آئین کے خالق'' کے طور پر زندہ رہنے کے متمنی تھے۔ اس کام کو انہوں نے پوری دلچسپی سے کیا تھا۔ سکندر مرزا کی خوشنودی کے لئے انہوں نے اپنے آئین میں صدر کے عہدے کو سب پر فوقیت دی تھی۔ اگرچہ ایک وزیراعظم اور ایک کابینہ کی گنجائش بھی رکھ لی تھی۔ اپنے وزیراعظم بننے کے بعد چند روز میں دوسری آئین ساز اسمبلی میں بڑے پُرجوش انداز میں کہا تھا کہ ملک کو مضبوطی سے جمہوریت کی راہ پر ڈال دیا گیا ہے۔''

جنرل ایوب خان جو بعد میں فیلڈ مارشل محمد ایوب کہلائے، چوہدری محمد علی کی بے بسی پر لکھتے ہیں:

''قدرت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ جس شخص نے آئین بنا دیا، وہی اُس کا پہلا شکار بنا اس زمانے میں ایک مرتبہ میں نے انہیں بڑی بے بسی کی



حالت میں ان کے دفتر میں دیکھا چونکہ وہ وزارت دفاع کا قلمدان بھی خود سنبھالے ہوئے تھے، انہوں نے کہا: ''میری جماعت نے مجھے چھوڑ دیا ہے، بس اب معاملہ ختم ہے۔'' میں نے ان کی ہمت بندھانے کے لئے چند الفاظ کہے مگر ان کی تشفی نہ ہوئی۔ ''نہیں، نہیں یہ معاملہ سنجیدہ صورت اختیار کر گیا ہے۔ تم یہ کام کیوں نہیں سنبھال لیتے اور مجھے اس سے چھٹکارا کیوں نہیں دلا دیتے۔'' میں نے کہا: دیکھئے ان باتوں کا ذکر مجھ سے نہ کیجئے بلکہ صدر سے کیجئے اور اس الجھن سے نکلنے کے لئے کوئی مناسب طریقۂ کار سوچئے۔''

چوہدری محمد علی اس عالم بے بسی میں 8 ستمبر 1956ء کو اپنے وزیراعظم کے عہدے کے ساتھ ساتھ پاکستان مسلم لیگ سے بھی مستعفی ہوگئے اور جاتے جاتے تین صفحوں پر مشتمل ایک بیان بھی جاری کر گئے جس میں انہوں نے کہا کہ مسلم لیگ کی قیادت کا ایک گروپ اُن کی قومی خدمت میں حائل رہا ہے۔ نیز مسلم لیگ اس تعاون کی مستحق نہ تھی جو انہوں نے پیش کیا مگر اس کے باوجود مسلم لیگ کے راہنماؤں نے ہمدردانہ رویہ اختیار نہیں کیا۔

آئین 1956ء کے تحت ایک بار بھی الیکشن نہ ہو سکے اور لوگ بھی اس صورت حال سے سمجھوتہ نہ کر سکے۔ مرکزی کابینہ میں بار بار اور تھوڑے عرصہ کے بعد ہونے والی تبدیلیاں ملکی پالیسیوں پر اثرانداز ہوتی رہیں۔ مرکزی کابینہ کی تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد تبدیلی کے متعلق اُن دنوں راقم الحروف نے خود سنا اور پڑھا کہ مرکزی وزارت کی تبدیلی ایسے ہی ہوتی ہے جیسے کراچی کا موسم اور بار بار تبدیلی پر عوام سخت غیر مطمئن تھے۔ بہرحال یہ قانون کامیاب نہ ہو سکا اور اس ناکامی نے ملک کو 1958ء میں مارشل لاء سے دوچار کیا۔ اس کی تفصیل متعلقہ باب میں بیان کی جائے گی یہاں صرف اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ جو شخص حکومت نہ سنبھالنے کا عندیہ چوہدری محمد علی کو 1956ء میں دے رہا تھا، دو سال کے بعد 1958ء میں وہی شخص حکومت سنبھال کر بیٹھ گیا لیکن فی الحال مسٹر حسین شہید سہروردی نے جس نے بل کی منظوری کے وقت واک آؤٹ کر دیا تھا، اسی شخص نے 1956ء کے آئین کے تحت پاکستان کے پانچویں وزیراعظم کی حیثیت سے 12 ستمبر 1956ء کو حلف اُٹھایا۔ راقم الحروف کی نظر میں مغرب سے مستعار لی ہوئی جمہوریت (Western Democracy is Based on Hypocracy) اسلام کا جمہوری نظام اس سے مختلف ہے۔

''مغربی جمہوریت کا انحصار منافقت پر ہے۔''

## پرچہ تیسرا: پاکستان میں آئینی و سیاسی ارتقاء (معروضی)

**سوال 1: (الف) ہر سوال کے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کا انتخاب کیجئے۔**

1- پہلی قانون ساز اسمبلی کس نے تحلیل کی:

1- **The first constituent assembly was dissolved by:**

**(a) Sikandar Mirza** **(b) Ghulam Muhammad**

**(c) Ayub Khan** **(d) Zia-ul-Haq**

Ans. **(b) Ghulam Muhammad**

2- قائداعظمؒ کو قانون ساز اسمبلی کا کب صدر منتخب کیا گیا:

2- **Quaid-i-Azam was elected as president of the constituent assembly in:**

**(a) August 11, 1947** **(b) August 14, 1947**

**(c) August 15, 1947** **(d) August 16, 1947**

Ans. **(a) August 11, 1947**

3- پاکستان کا پہلا چیف جسٹس تھا:

3- **The first Chief Justice of Pakistan was:**

**(a) Abdur Rashid** **(b) Zafar-ul-Haq**

**(c) Sajjad Ali Shah** **(d) Mushtaq Hussain**

Ans. **(a) Abdur Rashid**

4- پارلیمنٹ کا ایوان بالا ہے:

4- **The upper house of parliament is:**

**(a) National Assembly** **(b) Senate**

**(c) Cabinet** **(d) None of these**

Ans. **(b) Senate**

5- پاکستان کب آزاد ہوا:

5- **pakistan became independent on:**

**(a) July 18, 1946** **(b) August 14, 1947**



**(c) August 15, 1947** **(d) July 14, 1948**

Ans. **(b) August 14, 1947**

**سوال 1: (ب) درج ذیل میں سے درست یا غلط کا انتخاب کریں:**

1- سپریم کورٹ پاکستان کی سب سے بڑی عدالت ہے۔ (درست/غلط)

ج: درست

2- ہائی کورٹ کے جج بننے کی عمر کم از کم 35 سال ہونی چاہئے۔ (درست/غلط)

ج: غلط

3- صوبائی اسمبلی کا رُکن بننے کے لئے کم از کم عمر 25 سال ہونی چاہئے۔ (درست/غلط)

ج: درست

4- وفاقی شرعی عدالت مئی 1989ء کو معرض وجود میں آئی۔ (درست/غلط)

ج: درست

5- پاکستان کے آخری گورنر جنرل سکندر مرزا تھے۔ (درست/غلط)

ج: درست

6- پاکستان کے آخری گورنر جنرل ملک غلام محمد تھے۔ (درست/غلط)

ج: غلط

7- قراردادِ مقاصد کو آئین میں بطور افتتاحیہ شامل کیا گیا۔ (درست/غلط)

ج: درست

8- جناح نے پہلی قانون ساز اسمبلی سے 14 اگست 1947ء کو خطاب کیا۔ (درست/غلط)

ج: غلط

9- پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے پہلے اجلاس کی صدارت جوگندر ناتھ منڈل نے کی۔ (درست/غلط)

ج: درست

10- آئین میں آٹھویں ترمیم 2 مارچ 1985ء کو کی گئی۔ (درست/غلط)

ج: درست

**سوال 1: (ج) خالی جگہ پُر کیجئے:**

1- بےنظیر بھٹو پاکستان کی پہلی خاتون وزیراعظم ................ کو بنی۔

ج: 1988ء

2- سینٹ ................ ارکان پر مشتمل ہے۔

ج: 100

3- قومی اسمبلی کا دورانیہ ............ سال ہے۔

ج: پانچ

4- قومی اسمبلی کے ............ اجلاس سال میں ہونے چاہئے۔

ج: کم از کم تین

5- صوبے کا انتظامی سربراہ ............ کہلاتا ہے۔

ج: وزیراعلیٰ

**سوال 2: درج ذیل سوالات کے جوابات لکھیں (جوابات دو لائنوں سے تجاوز نہ کریں):**

1- پارلیمنٹ کیا ہے؟ **What is Parliament?**

ج: پاکستان کی مقننہ کو مجلس شوریٰ کہتے ہیں۔ اس کو انگریزی زبان میں پارلیمنٹ کہتے ہیں جو دو ایوانوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ایوان زیریں یا قومی اسمبلی اور ایوان بالا یا سینٹ۔

2- فیروز خان نون کون تھا؟ **Who was Malik Feroze Khan Noon?**

ج: ملک فیروز خان نون پاکستان کے ساتویں وزیراعظم تھے۔ 16 دسمبر 1957ء سے لے کر 7 اکتوبر 1958ء تک۔

3- سٹیٹ بنک آف پاکستان کب معرض وجود میں آیا؟

ج: 21 مئی 1948ء کو قائداعظمؒ نے ایک آرڈیننس کے ذریعے سٹیٹ بنک آف پاکستان کی منظوری دی۔

4- پاکستان کا پہلا صدر کون تھا؟

ج: میجر جنرل سکندر علی مرزا

5- او آئی سی سے کیا مراد ہے؟ **What is OIC?**

ج: آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس (اسلامی کانفرنس کی تنظیم) یہ تنظیم 1968ء میں وجود میں آئی۔ رکن ممالک کے مابین اسلامی مقاصد وعمل کی یکجہتی کے لئے بنی۔

6- گوادر پورٹ پاکستان کے کس صوبے میں واقع ہے؟

ج: بلوچستان

7- ایم-آر-ڈی تحریک سے کیا مراد ہے؟

ج: موومنٹ فار ریسٹوریشن فار ڈیموکریسی (پاکستان) ...... یا ...... تحریک بحالی جمہوریت



8- 1962ء کے آئین کی کوئی سی دو دفعات بیان کریں۔

ج: i- اسلامی شریعت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنے گا۔

ii- صدر لازماً مسلمان ہوگا۔

iii- اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔

iv- دونوں صوبے برابر کا درجہ رکھیں گے۔

9- این-آر-او کیا ہے؟ **What is NRO?**

ج: 5 اکتوبر 2007ء کو قومی مصالحتی آرڈیننس (NRO) پرویز مشرف نے جاری کیا جس کی رُو سے 1986ء تا اکتوبر 1999ء کی مدت کے دوران قائم کئے گئے مقدمات واپس لئے گئے۔

10- ذوالفقار علی بھٹو کون تھے؟ **Who was Z.A. Bhutto?**

ج: وہ پاکستان پیپلز پارٹی کے سربراہ، پاکستان کے صدر (1971ء تا 1973ء) اور پاکستان کے وزیراعظم (1973ء تا 1977ء) تھے۔

# 2012

## پرچہ تیسرا: پاکستان میں آئینی و سیاسی ارتقاء (معروضی)

سوال 1: (الف) ہر سوال کے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کا انتخاب کیجئے۔

-1 قرارداد مقاصد کب پاس ہوئی:

1- **When objective resolution was passed?**

**(a) 1948** **(b) 1949**

**(c) 1950** **(d) 1951**

Ans. **(b) 1949**

-2 پاکستان کا پہلا آئین کب نافذ ہوا؟

2- **The first constitution of Pakistan was enforced on:**

**(a) April 4, 1956** **(b) March 23, 1956**

**(c) June 26, 1956** **(d) Aug 15, 1956**

Ans. **(b) March 23, 1956**

-3 معاہدہ شملہ کن کے درمیان ہوا؟

3- **The Simla Agreement was signed between:**

**(a) Pakistan & India** **(b) Pakistan & France**

**(c)Pakistan & Germany** **(d) Pakistan & Iran**

Ans. **(a) Pakistan & India**

-4 1956ء کے آئین کے تحت پہلا صدر پاکستان کون تھا؟

4- **The first president of Pakistan under 1956 constitution:**

**(a) Malik Ghulam Muhammad** **(b) Iskandar Mirza**

(c) Ayub Khan (d) None of these

**Ans. (b) Iskandar Mirza**

-5 پارلیمنٹ کا ایوان زیریں کون سا ہے؟

**5- The lower house of parliament is:**

(a) Cabinet (b) senate

(c) National Assembly (d) None of these

**Ans. (c) National Assembly**

## سوال 1: (ب) درج ذیل میں سے درست یا غلط کا انتخاب کریں:

-1 قائداعظم کو قانون ساز اسمبلی کا صدر 1948ء میں منتخب کیا گیا۔ (درست/غلط)

ج: غلط

-2 پاکستان کا پہلا گورنر جنرل سکندر مرزا تھا۔ (درست/غلط)

ج: غلط

-3 ملک غلام محمد نے پہلی قانون ساز اسمبلی توڑ دی۔ (درست/غلط)

ج: درست

-4 قرارداد مقاصد کو 1956ء کے آئین میں دیباچہ کے طور پر شامل نہیں کیا گیا۔ (درست/غلط)

ج: غلط

-5 پاکستان کے پہلے چیف جسٹس ظفرالحق تھے۔ (درست/غلط)

ج: غلط

-6 آئین میں انیسویں ترمیم اپریل 2011ء میں کی گئی۔ (درست/غلط)

ج: غلط

-7 قومی اسمبلی کا ممبر بننے کے لئے 40 سال سے زیادہ عمر نہیں ہونی چاہئے۔ (درست/غلط)

ج: غلط

-8 وفاقی شرعی عدالت کا قیام 1981ء میں ہوا۔ (درست/غلط)

ج: غلط

-9 1973ء کا آئین 23 مارچ 1973ء کو نافذ ہوا۔ (درست/غلط)

ج: غلط



-10 لیاقت علی خان پاکستان کے دوسرے وزیراعظم تھے۔ (درست/غلط)

ج: غلط

## سوال 1: (ج) خالی جگہ پُر کیجئے:

-1 قومی اسمبلی کا دورانیہ .......... سال ہے۔

ج: پانچ

-2 قومی اسمبلی .......... پر مشتمل ہے۔

ج: 342 ارکان

-3 حکومت کا انتظامی سربراہ .......... کہلاتا ہے۔

ج: وزیراعظم

-4 ایم۔آر۔ڈی تحریک .......... میں شروع ہوئی۔

ج: 1981ء

-5 تاشقند معاہدہ .......... اور .......... کے درمیان ہوا۔

ج: پاکستان۔ بھارت

# پرچہ تیسرا: پاکستان میں آئینی و سیاسی ارتقاء (موضوعی)

## سوال 2: درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیں:

-1 پارلیمنٹ کا ایوان بالا کیا ہوتا ہے؟

**1- What is the upper house of the parliament?**

ج: پارلیمنٹ کے ایوان بالا کو سینٹ (Senate) کہتے ہیں جو 100 ارکان پر مشتمل ہوتا ہے۔

-2 ایم۔آر۔ڈی سے کیا مراد ہے؟ **What is M.R.D?**

ج: موومنٹ فار ریسٹوریشن فار ڈیموکریسی (پاکستان) یا تحریک بحالی جمہوریت

-3 او۔آئی۔سی سے کیا مراد ہے؟ **What is O.I.C?**

ج: آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس (اسلامی کانفرنس کی تنظیم) یہ تنظیم 1968ء میں وجود میں آئی۔ رکن ممالک کے مابین اسلامی مقاصد وعمل کی یکجہتی کے لئے بنی۔

-4 1956ء کے آئین کی دو دفعات لکھیں۔

4- **Write any two provisions of 1956 constitution.**

ج: i- صدر کے لئے مسلمان ہونا لازمی ہے۔

ii- حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی تسلیم کی جائے گی۔

5- قرار داد مقاصد کی دو خصوصیات لکھیں۔

5- **Write any two features of objective resolution.**

ج: i- قرارداد مقاصد کو پاکستان کی آئینی تاریخ میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

ii- اس میں مذہبی' سیاسی' معاشرتی' معاشی نکات کو نمایاں کیا گیا ہے اور مساوی حقوق کا سبق دیا گیا ہے۔

6- آئی-آئی- چندریگر کون تھے؟

6- **What do you know about I.I. Chundrigar?**

ج: آئی-آئی- چندریگر پاکستان کے چھٹے وزیراعظم تھے۔ (1957ء) ان کا تعلق مسلم لیگ سے تھا۔

7- این-آر-او کیا ہے؟ **What is N.R.O?**

ج: [illegible] 2007ء کو قومی مصالحتی آرڈیننس (NRO) پرویز مشرف نے جاری کیا جس کی رُو سے 1986ء تا اکتوبر 1999ء کی مدت کے دوران قائم کئے گئے سیاسی مقدمات واپس لئے گئے۔

8- بے نظیر بھٹو پہلی مرتبہ کب پاکستان کی وزیراعظم بنیں؟

8- **When Benezir Bhutto became the first Prime Minister of Pakistan?**

ج: 2 دسمبر 1988ء (02-12-1988)۔

9- 1973ء کے آئین کی دو اسلامی دفعات لکھیں۔

9- **Write down any two Islamic Provisions of 1973 constitution.**

ج: i- آئین کی رُو سے ملک کا نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" قرار پایا۔

ii- آئین میں صدر کے ساتھ ساتھ وزیراعظم کا بھی مسلمان ہونا لازمی قرار پایا۔

10- جنرل ضیاء الحق کب صدر پاکستان بنے؟

10- **When General Zia-ul-Haq became the president of Pakistan?**



ج: جنرل ضیاء الحق 16 ستمبر 1978ء کو صدر پاکستان بنے۔

## سوال 3: قرارداد مقاصد 1949ء کی اہم دفعات پر بحث کیجئے۔

جواب: قیام پاکستان کے بعد 1935ء کے ایکٹ کو ہی ردوبدل کر کے عبوری آئین کے طور پر نافذ کیا گیا لیکن بعد میں دستور سازی کے سلسلے میں پیش رفت ہوئی اور حکومت نے آئین سازی کی طرف باقاعدہ توجہ دینا شروع کر دی۔ اہم بات جو کہ ہر آئین میں شامل تھی بلکہ ہر آئین میں اسے اساس کا درجہ حاصل تھا' وہ قرارداد مقاصد تھی جو کہ نوابزادہ لیاقت علی خان نے مارچ 1949ء کو پیش کی اس قرارداد کے اہم نکات لیاقت علی خان نے حکومت کے سامنے پیش کئے' وہ مندرجہ ذیل تھے:

### اقتدار اعلیٰ:

اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا مالک و خالق حقیقی ہے اور صرف حاکم مطلق خدا تعالیٰ کی ہی ذات بابرکت ہے اور پاکستان کے عوام کو جو اختیار اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق ہوگا' وہ ایک مقدس امانت ہے۔

### جمہوری نظام:

پاکستان کے باشندوں کی خواہش ہے کہ ایسا نظام حکومت قائم کیا جائے جس میں مملکت اپنے اختیارات اور اقتدار کو منتخب عوامی نمائندوں کے ذریعے سے استعمال میں لائے جس میں جمہوری روح ہو' آزادی ہو' مساوات و برابری کا تصور ہو' رواداری اور انصاف کے اصولوں کو مدنظر رکھا جائے جس طرح کہ اسلام نے ان کے جاری رکھنے کا حکم دیا ہے بالکل اسی طریقہ سے ان سب اصولوں پر توجہ دی جائے اور عمل کیا جائے۔

### قانون سازی قرآن وسنت کے مطابق:

اس طرح کی ریاست بنائی جائے جس میں مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی حلقوں میں اس قابل بنایا جائے کہ وہ اپنی زندگیوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق اور اسلامی قانون و فقہ اور اسلامی تقاضوں کے عین مطابق ڈھال سکیں اور جس طرح زندگی گزارنے کے طور طریقے قرآن وسنت میں دیئے گئے ہیں' بالکل اپنی زندگیوں کو اس کے مطابق بنایا جائے اور کبھی بھی اس قسم کا قانون یا دستور نہ بنایا جائے جس میں قانون سازی اسلامی اصولوں یعنی قرآن وسنت سے ہٹ کر نہ ہو۔ ملک کا یہ قانون اسلامی رنگ لئے ہوئے ہو تاکہ عوام کو اپنی زندگی اسلامی اصولوں کے مطابق گزارنے کا موقع ملے اور اسلامی دستور کی انفرادیت اور وقار بھی قائم رہے۔

## اقلیتوں کی آزادی:

قرارداد مقاصد کی رو سے ملک پاکستان جس میں اس بات کا بندوبست کیا جائے گا کہ اقلیتوں کو مکمل مذہبی آزادی ہو اور ہر طرح سے وہ آزادانہ طریقہ سے اپنی زندگی ریاست کے اندر رہ کر گزار سکیں اور اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہو سکیں اور ان کی جو ثقافت ہو اس کے مطابق زندگی گزارتے ہوئے اس کو ترقی کی جانب گامزن کر سکیں۔

## وفاق پاکستان کی علامت:

وہ علاقے جو اس وقت پاکستان کا حصہ ہیں یا اس میں ضم ہیں اور ایسے ہی دوسرے علاقے جو کہ بعد میں پاکستان کا حصہ ہے یا اس میں شامل ہوں' ایک وفاق پاکستان بنائیں جس میں وحدتیں اپنے اختیارات و اقتدار پر اس طرح کی حدیں اور پابندیاں رکھتی ہوں' اپنے اندر خودمختار ہوں اور آزاد ہوں گی۔

## مساوی حقوق:

قرارداد مقاصد میں یہ بات بھی بیان کر دی گئی کہ ہر ایک کو مکمل آزادی اور بنیادی حقوق حاصل ہوں گے اور ان کی ضمانت دی جائے گی۔ ان حقوق میں قانون اور اخلاق عامہ کے تابع حیثیت اور مختلف مواقعوں پر مساوات' قانونی مساوات' معاشرتی مساوات اور معاشی تحفظ دیا جائے گا۔ ہر طرح کا سیاسی انصاف دیا جائے گا اور اظہار خیال کی آزادی دی جائے گی۔

## عدلیہ کی آزادی:

عوام کو ہر قسم کا انصاف فراہم کرنے کے لئے عدلیہ کو آزاد اور ہر قسم کے دباؤ سے پاک کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں گے اور عدلیہ اپنے طور پر مکمل آزاد ہو گی بلکہ ہر لحاظ سے محفوظ ہو گی اور مقدمات اور انصاف بہم پہنچانے کے سلسلے میں کسی قسم کی سیاسی' معاشی' معاشرتی بندش سے خود کو محفوظ رکھے گی۔

## ملکی دفاع:

وفاق پاکستان کے علاقوں کے تحفظ اور بقاء کے لئے اس کی آزادانہ حیثیت اور اس کے تحفظ کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔ سمندری اور فضائی حدود کی حفاظت ریاست کی اوّلین ذمہ داری ہو گی اور دفاع پاکستان کے سلسلے میں اس شعبے کے حقوق کو فرد گزاشت نہیں کیا جائے گا اور اس کے حقوق کی مکمل حفاظت کی جائے گی۔



## معیار زندگی:

اس قرارداد میں اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ ملک میں پسماندہ عوام اور علاقوں کو مکمل طور پر درست کرنے اور ان کو صحیح راہوں پر استوار کرنے کے لئے حکومت مکمل اقدامات کر کے ان کے معیار کو بلند کرنے کی کوشش کرے گی اور عوام کا معیار زندگی بلند کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کرے گی اور پسماندہ علاقے کے لئے بنیادی سہولیات فراہم کرے گی۔

## عوامی خوشحالی:

پاکستان قوم کی بہتری اور فلاح و بہبود کے لئے اور دنیائے اسلام اور دوسری غیر مسلم قوموں کے سامنے اپنا مقام بنانے کے لئے ایسے اقدامات کئے جائیں گے کہ عوام دوسری اقوام کے سامنے اپنا وقار اور مقام بلند کرنے میں کامیاب ہو سکیں اور دنیا میں امن کا پرچار کر سکیں اور نوع انسانی کی خوشحالی اور ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

الغرض! ہم بحیثیت پاکستانی قوم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سامنے اور عوام کے سامنے اپنے تمام تر فرائض کے احساس کے ساتھ اور عوامی جاں نثاری کی بناء پر قائداعظم محمد علی جناح کے اعلان وفاداری کے ساتھ کہ پاکستان انصاف عمرانی کے اسلامی اصول و تقاضوں پر مشتمل ایک مملکت ہو گی اس کوشش کے لئے جو کہ حصول جمہوریت کے سلسلے میں عوامی کوششوں اور قربانیوں سے نصیب ہوئی۔ اس ادارے اور اس عزم کے ساتھ ہم اپنے سیاسی حقوق یکجہتی کے تحفظ کی خاطر معاشرے کے معیار کو بلند کرنے کی خاطر مساوات پر مبنی معاشرہ بنانے کے لئے اپنی جدوجہد کو جاری رکھیں گے۔

لیاقت علی خان نے کہا کہ قومی اسمبلی میں اپنے نمائندوں کے ذریعے یہ دستور منظور کر کے اسے قانون کا درجہ دیتا ہوں اور اسے آپ اپنا دستور تسلیم کرتے ہیں اس طرح لیاقت علی خان نے اپنی قرارداد کو اسمبلی کے سامنے ان نکات کی صورت میں پیش کیا۔

## پاکستان کی آئینی تاریخ میں اہمیت:

قرارداد مقاصد کو پاکستان کی آئینی تاریخ میں بہت اہم مقام حاصل ہے کیونکہ اسے بطور اساس پاکستان کے ہر نئے آنے والے دستور میں شامل کیا گیا۔ دراصل اس میں ان تمام باتوں کا نچوڑ موجود ہے جو کہ ایک اسلامی فلاحی ریاست میں ہونی چاہئیں۔ پاکستان چونکہ ایک اسلامی ملک ہے اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس قرارداد میں اسلامی تقاضوں کو مدنظر رکھ کر قانون سازی کرنے اور عوامی معیار کو اور طرز زندگی کو مکمل طور پر مذہبی اور اسلامی اصولوں پر استوار کرنے کا اعادہ کیا گیا۔ دوسرے اس قرارداد میں غیر مسلم اقوام کے تحفظ کے سلسلے میں

واضح اور بین مراعات موجود تھیں۔ عوام اور دیگر مذاہب و عقائد رکھنے والی اقلیتوں کو مکمل آزادی فراہم کی گئی تھی۔

ملکی دفاع اور جمہوریت کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے عوامی خوشحالی کے سلسلے میں بھی نکات شامل تھے۔

المختصر یہ کہ قرارداد مقاصد کو پاکستان کی آئینی تاریخ میں بنیادی حیثیت حاصل ہے کیونکہ اس قرارداد سے ایسا دستوری خاکہ اور لائحہ عمل میسر آیا جس کو بنیاد بنا کر ایک اسلامی مملکت میں قانون سازی کی جا سکتی تھی۔ اس لئے آنے والے تمام دساتیر 1956ء، 1962ء اور 1973ء میں اس قرارداد کو بطور اساس شامل کر کے ہی پاکستان کا آئین مرتب کیا گیا۔

## سوال 4: 1956ء کے آئین کی اسلامی دفعات بیان کیجئے۔

جواب: 11 اگست 1947ء کو پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کا اجلاس مجوزہ دارالحکومت کراچی میں ہوا۔ اس میں 45-1946ء کے انتخابات میں پاکستان علاقوں سے منتخب ہونے والے مسلمان ممبروں نے شرکت کی۔ اجلاس میں "1935ء کے قانون ہند" میں ضروری ترامیم کر کے پاکستان کا عبوری آئین منظور کیا گیا جو 15 اگست 1947ء کو نافذ العمل ہوا۔ اس کے ساتھ ہی پاکستان کے اپنے آئین کے لئے کوششیں تیز کر دی گئیں۔ ان کے نتیجے میں قرارداد مقاصد مرتب ہوئی۔

### آئین سازی کے واقعات:

قرارداد مقاصد کی منظوری کے بعد مکمل آئین کی تیاری کے لئے خان لیاقت علی خان نے ایک کمیٹی تشکیل دی جسے "بنیادی اصولوں کی کمیٹی" کا نام دیا گیا۔ اس کمیٹی نے دستور ساز اسمبلی میں دو رپورٹیں پیش کیں جنہیں اسمبلی نے مسترد کر دیا۔ وزیراعظم محمد علی بوگرہ نے ایک فارمولا مرتب کیا جسے "محمد علی بوگرہ فارمولا" کہا گیا۔ اس پر عمل درآمد سے قبل ہی 24 اکتوبر 1954ء کو گورنر جنرل ملک غلام محمد نے اسمبلی توڑنے کا اعلان کر دیا۔ اس پر نئی دستور ساز اسمبلی 1955ء میں قائم ہوئی جس نے 14 اکتوبر 1955ء کو مغربی پاکستان میں "ون یونٹ" قائم کر دیا۔

"ون یونٹ" کے قیام کے آئین پاکستان کی کوششیں تیز ہوئیں بالآخر 8 جنوری 1956ء کو آئینی مسودہ شائع ہوا جو 9 جنوری 1956ء کو دستور ساز اسمبلی میں پیش کیا گیا۔ دستور ساز اسمبلی نے 29 فروری 1956ء کو آئینی مسودہ منظور کر لیا۔ آئینی مسودہ کی منظوری وزیر قانون ابراہیم اسماعیل چندریگر کی نگرانی میں عمل میں آئی جبکہ آئین کی منظوری کا اعلان سپیکر اسمبلی عبدالوہاب نے کیا۔ 2 مارچ 1956ء کو گورنر جنرل میجر جنرل سکندر مرزا نے آئین کی اپنے دستخطوں سے توثیق کر دی۔ اس طرح پاکستان کا پہلا آئین تیار ہوا جو 23 مارچ 1956ء کو نافذ العمل ہوا۔ یہ آئین 234 دفعات اور چھ (6) گوشواروں پر مشتمل تھا۔



1956ء کا آئین صرف اڑھائی سال نافذ رہ سکا۔

# آئین 1956ء کی اہم اسلامی دفعات

1956ء کے آئین کی اہم اسلامی دفعات درج ذیل تھیں:

### اللہ تعالیٰ کی حاکمیت:

1956ء کے آئین میں واضح کیا گیا کہ پوری کائنات میں اصل اقتدار اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اور یہ اقتدار پاکستان میں اللہ تعالیٰ کی مقدس امانت کے طور پر اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے اندر پاکستان کے عوام کے ہاتھ میں رہے گا۔

### مملکت کا نام:

آئین کے تحت مملکت کا نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" رکھا گیا۔

### صدر مملکت کا مسلمان ہونا:

آئین میں صدر کے لئے مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا۔

### اسلام کے اجتماعی اصولوں کی پیروی:

جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور معاشرتی انصاف ایسے اسلامی اصولوں کو ملک میں نافذ کیا جائے گا۔

### اسلامی طرز حیات کا فروغ:

پاکستانی عوام کو ایسے مواقع فراہم کئے جائیں گے کہ وہ اپنی زندگیاں اسلامی اصولوں قرآن و سنت کی روشنی میں بسر کر سکیں گے۔

### اسلامی قوانین کا نفاذ:

ملک میں اسلامی قانون نافذ کیا جائے گا۔ پہلے سے موجود تمام قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھال دیا جائے گا نیز آئندہ قرآن و سنت کے منافی کوئی قانون منظور یا نافذ نہیں کیا جائے گا۔

### اتحاد عالم اسلام کیلئے اقدامات:

آئین کے تحت حکومت پاکستان کو اس بات کا ذمہ دار قرار دیا گیا کہ وہ اسلامی جذبہ اخوت اور بھائی چارے کو فروغ دینے کے لئے تمام اسلامی ممالک کے ساتھ دوستانہ اور برادرانہ خوشگوار تعلقات استوار کرے گی۔

## اسلامی اقدار کی حفاظت:

حکومت پاکستان اسلامی اقدار کا تحفظ کرے گی۔ تمام غیر اسلامی اقدار مثلاً عصمت فروشی، جوا، سٹہ بازی اور فحش لٹریچر کی اشاعت و فروخت پر پابندی عائد کرے گی نیز غیر مسلموں کے مذہبی مواقع کے علاوہ شراب نوشی کو ممنوع قرار دے گی۔

## بنیادی انسانی حقوق کی حفاظت:

حکومت پاکستان بنیادی انسانی حقوق کی حفاظت کرے گی۔ بنیادی انسانی حقوق مثلاً آزادی تحریر و تقریر، آزادی فکر، مذہبی و ثقافتی آزادی، نقل و حرکت اور جائیداد کی خرید و فروخت کی آزادی، روزگار کی فراہمی، طبی سہولتوں کی فراہمی اور ضروریات زندگی روٹی، کپڑا اور مکان کی فراہمی حکومت پاکستان کی ذمہ داری ہو گی۔

## اقلیتوں کی مذہبی و ثقافتی آزادی کا تحفظ:

اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کی جائے گی اور انہیں ہر قسم کی مذہبی اور ثقافتی آزادی حاصل ہو گی۔

## ادارہ تحقیقات اسلامیہ کا قیام:

آئین کی رُو سے ایک ادارہ تحقیقات اسلامیہ یعنی "Islamic Research Institute" قائم کیا جائے گا جو اسلامی قوانین کے نفاذ کے بارے میں جدید تقاضوں کی روشنی میں اسلامی احکامات سے متعلق رائے دے گا۔

1956ء کا آئین پارلیمانی آئین تھا۔ اس لئے کسی حد تک اسلامی اصولوں کے قریب ترین تھا۔ ازروئے اسلام حکومت عوام کی ہوتی ہے۔ 1956ء کے آئین میں بھی پارلیمانی نظام کے تحت عوامی حکومت قائم کرنے کی کوشش کی گئی۔ تاہم آئین میں شامل بیشتر اسلامی دفعات پر عمل درآمد نہ کر کے ان کی اہمیت کو اُجاگر نہ کیا گیا۔ آئین کی رُو سے ادارہ تحقیقات اسلامیہ عمل میں لایا گیا مگر اس ادارے کو اپنے فرائض انجام دینے کا پوری طرح موقع نہ دیا گیا۔

المختصر! آئین 1956ء میں شامل اسلامی دفعات پر اگر عمل درآمد کیا جاتا تو کسی حد تک پاکستانی معاشرہ اسلامی معاشرہ بن سکتا تھا۔

## سوال 5: پاکستان میں نفاذ اسلام کے عمل پر مفصل بحث کیجئے۔

جواب: پاکستان کی بنیاد ہی اسلام پر قائم ہوئی ہے۔ قرارداد مقاصد 1949ء میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا مالک و خالق حقیقی ہے اور صرف اور صرف حاکم مطلق اللہ عزوجل



کی ہی ذات بابرکت ہے اور پاکستان کے عوام کو جو اختیار اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق ہو گا وہ ایک مقدس امانت ہے۔ قانون سازی قرآن و سنت کے مطابق ہو گی۔ اسی طرح آئین 1956ء، 1962ء اور 1973ء میں اسلامی دفعات موجود ہیں جو پاکستان میں نفاذ اسلام کے عمل کو ظاہر کرتی ہیں۔

**نوٹ:**

مزید مطالعہ کے لئے پرچہ تیسرا، سال 2011ء، سوال 4 دیکھئے۔

## سوال 6: پاکستان میں سیاسی بے چینی کے اسباب بیان کیجئے۔

جواب: جواب کے لئے پرچہ 2011ء، سوال 7 دیکھئے۔

## سوال 7: 1962ء کے آئین کے تحت صدر پاکستان کے اختیارات پر تفصیلی بحث کیجئے۔

# تحریری آئین — 1962ء

یہ آئین جو بارہ حصوں پر مشتمل تھا اور اس کی 250 دفعات تھیں اور پانچ گوشوارے اس کے ساتھ منسلک تھے۔ اس کا حجم 120 صفحات پر مشتمل تھا جس پر ریاست کے مختلف شعبوں کا اور ان میں باہمی تعلقات کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا گیا تھا۔

# صدارتی طرز حکومت

## صدر مملکت:

پاکستان میں پہلی بار صدارتی طرز حکومت کو اپنایا گیا تھا۔ اس کی رُو سے تمام اختیار صدر کی شخصیت میں مرکوز ہو گئے۔ صدر کے اختیارات کا احاطہ بہت وسیع تھا اور اس کا انتخاب بنیادی جمہوریت کے اراکین کے ذمہ تھا۔ اس آئین کی دفعہ 10 میں رقم ہے:

"صدر قانون ساز ادارے کا رکن نہیں ہو سکتا۔ صدر کا انتخاب بنیادی جمہوریتوں کے اسی ہزار اراکین کریں گے۔ صدر کو صرف قومی اسمبلی ہی برطرف کر سکتی ہے۔ صدر کے خلاف برطرفی کی قرارداد پیش کرنے کے لئے تین چوتھائی تعداد ضروری ہے۔ صدر کی برطرفی کی قرارداد کو کل اراکین کی نصف کی حمایت حاصل نہ ہو سکنے پر قرارداد کے محرکین کو اپنی رکنیت سے ہاتھ

دھونا پڑے گا۔"

صدر مملکت دوبارہ اپنے عہدے کے لئے انتخاب میں حصہ لے سکتا تھا۔ تیسری بار حصہ لینے کے لئے اسے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کی منظوری لینی ضروری تھی۔ مزید برآں اگر صدر اسمبلی توڑ دے تو اس کا اپنا عہدہ بھی ختم ہو جاتا تھا۔ اگر کوئی صدر اسمبلی توڑ دے تو اسمبلی توڑنے کی تاریخ کے 120 دنوں کے اندر اندر نئے صدر کا انتخاب ضروری ہوگا اور انتخاب اسمبلی ٹوٹنے کے 60 دن کے بعد منعقد ہوں گے۔

## صدر کے اختیارات:

صدر کے اختیارات انتظامی امور کے علاوہ مقننہ اور قانون سازی، مالیاتی امور، عدالتی، عسکری اور آئینی اداروں کی تشکیل تک محیط تھے اور وہ اپنے آئینی اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے اپنے ماتحت افسران اعلیٰ کے ذریعے انہیں روبہ عمل کر سکتا تھا۔ مختصراً ان کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

1- قانون کی رُو سے وہ اپنی کونسل بنا سکتا تھا جس میں وہ قومی اسمبلی کے اراکین کو شامل کر سکتا تھا۔

2- صدر کو اپنی کونسل کے اراکین کے علاوہ پارلیمانی سیکرٹری، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے جج صاحبان، صوبائی گورنر اور پاکستان کے اٹارنی جنرل بنانے کا اختیار تھا۔

3- کمپٹرولر اور آڈیٹر جنرل، اراکین اسلامی نظریاتی کونسل، مرکزی پبلک سروس کمیٹی کے اراکین، قومی مالیاتی کمیشن کے اراکین اور چیف الیکشن کمشنر کی تقرریوں کا اختیار بھی صدر کی شخصیت میں مرکوز تھا۔

4- قانون سازی کے سلسلے میں صدر کو وسیع اختیارات تھے۔ کوئی بھی بل جو قومی اسمبلی پاس کر دیتی تھی، صدر کی منظوری کے لئے پیش کیا جاتا تھا اور صدر پر یہ لازم تھا کہ وہ بل کے پیش ہونے کے تیس دن کے اندر اندر بل کو منظور کرے یا اسے روکنے کا اظہار کرے۔ یا پھر اس پیغام کے ساتھ واپس کر دے کہ اس پر دوبارہ غور کیا جائے۔ اگر تیس دن کے اندر اندر صدر بل کے متعلق کچھ بھی اظہار نہیں کرتا تو بل کو منظور متصور کیا جائے گا اور اگر صدر اور قومی اسمبلی میں کسی مسئلہ پر نزاع پیدا ہو جائے تو اس کا فیصلہ استصواب رائے یعنی ریفرنڈم (Referendum) کے ذریعے ہو سکتا ہے۔

5- آئین کی دفعہ 116 کے مطابق:

"صدر جب تک عہدہ صدارت پر فائز ہو، اس وقت تک اس کے خلاف کوئی فوجداری کارروائی نہیں کی جا سکے گی۔ اس کے علاوہ کوئی ایسی



دیوانی عدالتی کارروائی جس میں صدر کے خلاف دادرسی کے استحقاق پیش کیا گیا ہو، اس کے دوران عہدہ کی اسی چیز کے بارے میں تحقیق نہیں کی جائے گی جو اس نے اپنی ذاتی حیثیت میں کی ہو یا نہ کی ہو۔ یا اس کا کیا جانا یا نہ کیا جانا مقصود ہو۔ بجز اس کے کہ کارروائی کرنے سے کم از کم 60 یوم قبل اس کو تحریری نوٹس دیا گیا ہو۔"

آئین پاکستان 1962ء، دفعہ 117 کی رُو سے:

"صدر یا گورنر یا کوئی وزیر اپنے کسی فعل جو اس سے قانون کی خلاف ورزی میں سرزد ہو یا سرزد نہ ہو، کسی عدالت میں یا ٹریبونل کے روبرو اپنے عہدہ سے متعلق کسی اختیار یا فرائض کی بجاآوری کے لئے جواب دہ نہ ہوگا۔"

آئین پاکستان کی دفعہ 118 کے مطابق:

"صدر کی جانب سے مقرر کردہ کوئی گورنر، وزیر، پارلیمانی سیکرٹری یا اٹارنی جنرل صدر کی رضامندی تک اپنے عہدہ پر فائز رہے گا۔"

6- مالیاتی اختیارات کا جہاں تک تعلق تھا، صدر کی طرف سے ہر سال وفاقی وزیر خزانہ مالی سال کا بجٹ پیش کرنے کا ذمہ دار تھا۔ طے شدہ مصارف میں صدر کو لامحدود اختیارات تھے لیکن جہاں تک نئے ٹیکس کے نفاذ کا تعلق تھا، وہ قومی اسمبلی کے دائرۂ کار میں تھا۔

7- عدالتی اختیارات...... صدر اپنے آئینی اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے مجرموں کی سزاؤں کو جس میں موت کی سزا بھی شامل ہے معاف کر سکتا تھا، اس کو کچھ مدت کے لئے ملتوی کر سکتا تھا، بدل سکتا تھا، اس بارے میں عدالت عظمیٰ سے مشورہ لے سکتا تھا۔

8- عسکری اختیارات...... ان اختیارات کے تحت صدر تمام افواج پاکستان کا سپریم کمانڈر تھا۔ اس کو فوج میں کمیشن دینے کا پورا اختیار تھا۔ اسے اختیار تھا کہ وہ اعلیٰ کمانڈروں کی تقرری کرے، ان کو اپنی صوابدید پر ترقی دے، ان کی تنخواہوں کا تعین کرے۔

9- مندرجہ ذیل آئینی اداروں کی تشکیل اور ان میں ضروری ردوبدل کے اختیارات حاصل تھے:

i- قومی مالیاتی کمیشن

ii- اقتصادی کونسل

iii- اسلامی نظریات کی کونسل

iv- اسلامی ادارۂ تحقیق

**سوال 8: 1956ء کا آئین ناکام کیوں ہوا؟**

# آئین 1956ء کی ناکامی

23 مارچ 1956ء کا دن بڑا اہم تھا جس دن 1956ء کا قانون نافذ کیا گیا اور ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان کہلانا شروع ہوا۔ اس آئین کو بنتے بنتے نو سال لگے۔ اُس کی حمایت مختلف مکاتیب فکر کے تاثرات اور آراء اوپر بیان کی گئی ہیں جن سے صاف پتہ لگتا ہے کہ تقریباً ہر ایک نے اس کے متعلق نہ صرف اطمینان کا اظہار کیا بلکہ خوشی و مسرت کے شادیانے بجائے گئے لیکن پھر بھی یہ ناکام ہوا جہاں اس قانون میں کچھ خوبیاں تھیں' وہاں کچھ خامیاں بھی تھیں۔

اسمبلی میں جب یہ اعلان ہوا کہ بل پاس ہو گیا ہے تو ممبروں نے اللہ اکبر کے نعروں اور تالیوں سے اس کا خیر مقدم کیا لیکن ان ممبران میں وہ لوگ بھی شامل تھے جن میں عوامی لیگ اور ان کے کانگرسی ہم نوا ممبران تھے۔ وہ یکے بعد دیگرے واک آؤٹ کر گئے۔ اسی طرح جب پورے بل کو منظور یا نامنظور کرنے کا وقت آیا تو پہلے مسٹر سہروردی اور ان کی پارٹی نے واک آؤٹ کیا' اس کے بعد دوسرے مخالف گروپ بھی اُٹھ کر چلے گئے۔

جنرل محمد ایوب خان نے اپنی کتاب ''فرینڈز ناٹ ماسٹرز'' میں لکھا:

''یہ آئین چوں چوں کا مربہ ہے' اس میں ایسے مستعار نظریات تھے جو ایک دوسرے کی کاٹ کرتے تھے جس سے ملک میں پہلے ہی بڑی ابتری پھیل چکی تھی۔ اس آئین نے اقتدار کو صدر' وزیراعظم اور اُس کی کابینہ اور صوبوں میں تقسیم کر کے اُس کی مرکزی کو ہی نیست و نابود کر دیا تھا اور کسی کو صاحب اقتدار نہیں رہنے دیا تھا۔''

علاوہ ازیں یہ بات بھی کسی حد تک واجب تھی کہ ایسے آئین کو سمجھنے کے لئے عوام کی سمجھ کیسی تھی' یہ تو مغربی طرز کے نظام جمہوریت کی عکاسی کر رہا تھا جس کے لئے عوام کا تعلیم یافتہ ہونا لازمی بات ہوتی ہے۔ ہماری تعلیمی شرح انتہائی پست تھی' مشکل سے 20 فیصد...... لہٰذا لوگوں کی کم علمی بھی اس نظام کے ناکام ہونے کی بڑی وجہ بنی۔

اسی طرح ایک اور مبصر ایم۔ ایس وینکٹے رامانی نے لکھا:

''چوہدری محمد علی حکمران ٹولے کے آلہ کار بنے رہے تھے۔ وہ تاریخ میں ''آئین کے خالق'' کے طور پر زندہ رہنے کے متمنی تھے۔ اس کام کو انہوں نے پوری دلچسپی سے کیا تھا۔ سکندر مرزا کی خوشنودی کے لئے انہوں نے اپنے آئین میں صدر کے عہدے کو سب پر فوقیت دی تھی۔ اگرچہ ایک وزیراعظم اور



ایک کابینہ کی گنجائش بھی رکھ لی تھی۔ اپنے وزیراعظم بننے کے بعد چند روز میں دوسری آئین ساز اسمبلی میں بڑے پُرجوش انداز میں کہا تھا کہ اس ملک کو مضبوطی سے جمہوریت کی راہ پر ڈال دیا گیا ہے۔''

جنرل ایوب خان جو بعد میں فیلڈ مارشل محمد ایوب کہلائے' چوہدری محمد علی کی بے بسی پر لکھتے ہیں:

''قدرت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ جس شخص نے آئین بنا دیا' وہی اُس کا پہلا شکار بنا اس زمانے میں ایک مرتبہ میں نے انہیں بڑی بے بسی کی حالت میں ان کے دفتر میں دیکھا چونکہ وہ وزارت دفاع کا قلمدان بھی خود سنبھالے ہوئے تھے' انہوں نے کہا: ''میری جماعت نے مجھے چھوڑ دیا ہے' بس اب معاملہ ختم ہے۔'' میں نے ان کی ہمت بندھانے کے لئے چند الفاظ کہے مگر ان کی تشفی نہ ہوئی۔ ''نہیں' نہیں یہ معاملہ سنجیدہ صورت اختیار کر گیا ہے۔ تم یہ کام کیوں نہیں سنبھال لیتے اور مجھے اس سے چھٹکارا کیوں نہیں دلا دیتے۔'' میں نے کہا: دیکھئے ان باتوں کا ذکر مجھ سے نہ کیجئے بلکہ صدر سے کیجئے اور اس الجھن سے نکلنے کے لئے کوئی مناسب طریقۂ کار سوچئے۔''

چوہدری محمد علی اس عالم بے بسی میں 8 ستمبر 1956ء کو اپنے وزیراعظم کے عہدے کے ساتھ ساتھ پاکستان مسلم لیگ سے بھی مستعفی ہو گئے اور جاتے جاتے تین صفحوں پر مشتمل ایک بیان بھی جاری کر گئے جس میں انہوں نے کہا کہ مسلم لیگ کی قیادت کا ایک گروپ اُن کی قومی خدمت میں حائل رہا ہے۔

3- اسماعیل ابراہیم چندریگر کون تھے؟

ج: پاکستان کے چھٹے وزیراعظم تھے جو 18 اکتوبر 1957ء تا 16 اکتوبر 1958ء تک پاکستان کے وزیراعظم رہے۔

4- پاکستان کے آخری گورنر جنرل اور پہلے صدر کون تھے؟

ج: i- آخری گورنر جنرل...... جنرل سکندر مرزا

ii- پہلے صدر پاکستان...... جنرل سکندر مرزا

5- گوادر پورٹ کی دفاعی اہمیت کیا ہے؟

ج: آج کے دور میں دفاع صرف زمینی ہی نہیں رہا' فضائی بھی ہے اور سمندری بھی لہٰذا گوادر پورٹ پاکستان کے سمندری دفاع میں مرکزی حیثیت کی حامل ہے جو بلوچستان کے مغربی ساحل پر ہے۔

6- پاکستان میں صدر مملکت کے انتخاب کا طریقہ کار کیا ہے؟

ج: سینٹ' قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے ارکان ووٹ ڈالتے ہیں۔ سینٹ اور قومی اسمبلی کا ایک ارکان ایک ووٹ جبکہ صوبائی اسمبلیوں میں تقسیم کا عمل ہوتا ہے یعنی زیادہ ارکان کا ایک ووٹ۔

7- 1988ء میں جونیجو حکومت کی برطرفی کے دو اسباب لکھیں۔

ج: مارشل لاء کے خلاف کارروائی کو جونیجو نے تیز کر دیا۔ جونیجو کے جنرل عارف کے ساتھ تعلقات اوجڑی کیمپ وغیرہ کی وجہ سے جونیجو اور ضیاء کے اختلافات میں مزید وسعت پیدا ہوئی۔

8- اٹھارہویں ترمیم کی دو خصوصیات لکھیں۔

ج: i- جمہوریت کی فتح

ii- سیاسی کشمکش میں کمی

9- پاکستان میں دہشت گردی کے خاتمے کی دو تجاویز لکھیں۔

ج: i- پاکستان کو امریکہ کی جنگ سے الگ ہونا ہوگا۔

ii- دہشت گردوں کے خلاف بھرپور کارروائی کی جائے۔

10- این- آر- او سے کیا مراد ہے؟

ج: 5 اکتوبر 2007ء کو قومی مصالحتی آرڈیننس (این- آر- او) صدر پاکستان پرویز مشرف نے جاری کیا۔ اس کے تحت 1986ء تا 1999ء کی مدت کے دوران قائم کئے گئے ''سیاسی مقدمات'' واپس لینے کی مجاز تھیں۔

# 2013

## پرچہ تیسرا: پاکستان میں آئینی و سیاسی ارتقاء

سوال 1: درج ذیل کے مختصر جوابات دیجئے:

1- جوگندر ناتھ منڈل کون تھے؟

ج: جوگندر ناتھ منڈل کا تعلق اچھوت برادری سے تھا۔ وہ مسلم لیگ کے سرگرم کارکن تھے۔ عبوری حکومت کے لئے قائداعظمؒ نے ان کا نام بھی شامل کیا تھا۔

2- تقسیم کے وقت پاکستان کتنے صوبوں پر مشتمل تھا؟ نام تحریر کیجئے۔

ج: پنجاب' سندھ' سرحد' بلوچستان اور بنگال

## سوال 2: 1956-47ء کے عرصہ میں پاکستان میں آئینی ارتقاء کا تنقیدی جائزہ لیجئے۔

جواب: پاکستان کی پہلی دستوریہ جسے پہلی دستور ساز اسمبلی کہا جاتا ہے۔ 1947ء سے 1954ء تک کام کرتی رہی اس وفاقی اسمبلی کے سپرد ملک کے لئے ایک نیا آئین وضع کرنا تھا اور نئی قومی اسمبلی کے انتخاب تک کام کرتے رہنا تھا۔ وفاقی اسمبلی کے ارکان کا انتخاب صوبائی مجالس قانون سازی کرتی تھیں اور اس اسمبلی میں ارکان کی تعداد 69 تھی۔ جہاں تک کوئٹہ کا تعلق ہے وہاں صوبائی اسمبلی یا صوبائی مجلس قانون سازی نہیں تھی اس لئے وہاں سے جن حضرات کو وفاقی اسمبلی میں نمائندگی کے لئے منتخب کیا گیا' ان کو جرگہ اور کوئٹہ بلدیہ سے لیا گیا البتہ بہاولپور' خیر پور' بلوچستان اور صوبہ سرحد سے اسمبلی کے لئے چار نشستیں مقرر کی تھیں۔ اس کے علاوہ پنجاب سے 5 نشستوں کا مزید اضافہ کر دیا گیا۔ اس لحاظ سے 69 کی اسمبلی میں 9 سیٹوں کے اضافے سے کل تعداد 78 ہو گئی۔

اس اسمبلی کے اختیارات تقریباً وہی تھے جن کی تفصیل گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء کے تحت متعین کی گئی فہرستوں میں ہے مثلاً فہرست اوّل میں 9 امور پر قانون سازی کے اختیارات حاصل تھے جن میں مسلح افواج' امور خارجہ' عوامی قرضہ جات' مواصلات' بیرونی تجارت' کسٹم' عطائے حقوق کی شہریت' آمدن اور ورثہ ٹیکس شامل تھے۔

دوسری فہرست میں 54 امور تھے جن میں مندرجہ ذیل امور قابل ذکر ہیں:

تعلیم' صحت' زراعت' جنگل بانی' ماہی گیری' معدنیات' الکوحل کے مشروبات پر ڈیوٹی' سٹمپ ڈیوٹی' زرعی آمدنی پر ٹیکس اور سیل ٹیکس وغیرہ شامل ہیں۔

تیسری فہرست میں جن امور کا پیچھے ذکر کیا گیا ہے' صوبائی اور وفاقی یعنی قومی اسمبلی کو قانون سازی کے اختیارات دیئے گئے تھے جو امور اس فہرست میں شامل تھے' ان میں فوجداری کا قانون اور طریقہ کار' دیوانی قانون اور اس کا طریقہ کار یعنی سول اور کریمنل دونوں طرح کے قوانین شامل تھے اس کے علاوہ اس میں شادی بیاہ' طلاق' وصیت اور جانشینی کے معاہدے اور اوقاف' صنعتی شعبہ اور مزدوروں کی فلاح و بہبود کے لئے امور شامل تھے۔

ڈویلپمنٹ آف انڈسٹریل کنٹرول ایکٹ کی رو سے گورنمنٹ نے آئندہ آنے والی اور موجودہ 27 صنعتوں پر گرانی حاصل کر لی تھی' اس انڈسٹری میں ہر قسم کی انڈسٹری موجود تھی جن میں بڑے پیمانے پر بھاری انڈسٹری اور چھوٹے پیمانے پر ہلکی انڈسٹری شامل تھی۔ ان انڈسٹریوں میں لوہا' فولاد' جہاز سازی' بجلی کے آلات' انجینئرنگ' برتن سازی' سیمنٹ کے کارخانے' معدنی تیل' کھانے کا تیل' نمک و کھانڈ کے کارخانے' پٹ سن و کپاس کے کارخانے' کاغذ' ربڑ' ماہی



گیری اور خوراک کو محفوظ کرنے کے پروگرام تک شامل تھے۔

قانون ساز اسمبلی کی بہتر اور نظم و ضبط سے بھرپور کارکردگی کے لئے سپیکر کو اس میں ایک خاص مقام حاصل ہوتا ہے۔ پہلی قانون ساز اسمبلی میں جب قائداعظمؒ حیات تھے تو مولوی تمیز الدین سپیکر کے فرائض نہایت احسن طریقے سے سرانجام دے رہے تھے جیسے کہ سب کو معلوم ہے کہ سپیکر کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ رکن کو کہنے کا موقع دے یا اس پر پابندی عائد کر کے اس کا مائیک بند کر دے۔ یا وہ کسی بھی قرارداد میں اضافہ کرے یا اس قرارداد کو اس بنیاد پر پیش کرنے کی اجازت دے کہ وہ ملکی صوبے یا غیر ملکی امور یا حکومتوں سے متعلق ہو اور بعض اوقات اسمبلی میں ایسا مرحلہ آ جاتا ہے کہ ایک ووٹ کی ضرورت ہوتی ہے تو اس صورت میں سپیکر کاسٹنگ ووٹ کا حق استعمال کرتے ہوئے قرارداد کے حق یا مخالفت میں ووٹ دے کر اسے پاس یا رد کر سکتا ہے۔ اس طرح سپیکر کے ذمہ ایک یہ فرض بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ چونکہ اکثریتی پارٹی کا ممبر ہوتا ہے اس لئے جب بھی کوئی قانون بنائے تو اس میں غیر جانبدار رہے۔

مولوی تمیز الدین چونکہ مسلم لیگی تھے اور ان کا واسطہ مستقل طور پر مسلم لیگ سے ہی تھا لہٰذا ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ وہ کسی کی حمایت نہ کریں بلکہ بالکل غیر جانبدار ہو کر اپنے فرائض منصبی کو ادا کرتے رہیں۔

مولوی تمیز الدین سے چونکہ سب کو توقع تھی کہ وہ غیر جانبداری سے کام لیتے ہوئے کوئی ایسا اقدام نہ کریں گے جس سے کسی کو بھی بات کرنے کا موقع ملے لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا' اپنی اس سٹیٹمنٹ کے باوجود وہ غیر جانبدار رہیں گے' انہوں نے قطعاً اس کا پاس نہ رکھا اور اسمبلی سے باہر مسلم لیگ کے ہونے والے جلسوں میں باقاعدہ حصہ لیتے رہے۔ نہ صرف یہ کہ حصہ لیا بلکہ اس وقت ووٹنگ کے سلسلے میں جو تحریک چلی اس میں انہوں نے جوش و خروش سے حصہ لیا اس بات کو پس پشت ڈالتے ہوئے کہ وہ اسمبلی کے سپیکر بھی ہیں۔

نور احمد جو کہ وقف ایکٹ 1923ء سے گہری دلچسپی رکھتے تھے' اس کی کوشش تو صوبائی خودمختاری کے دنوں سے چلی آ رہی تھی۔ اسمبلی میں 111 بل پیش ہونے والے صرف 28 بل پیش کر سکے اور صرف تین پاس ہو سکے۔ اس کی وجہ اسمبلی ممبران کی عدم دلچسپی اور بے توجہی تھی۔ بعض بل تو پیش ہی نہ ہوئے' بعض بل اس وجہ سے رہ گئے کہ ارکان پیش ہی نہ کر سکے حالانکہ ارکان کا فرض تھا کہ وہ بل پیش کرتے' شادی بیاہ کے اخراجات کو کم کرنے کا بل اس وجہ سے پیش نہ ہو سکا اور فحش اشتہارات کا بل جلد پاس کر دیا گیا۔ نور احمد نے اسمبلی میں 17 بل اور احمد جعفر نے چھ بل پیش کئے اور اس طرح 23 بل صرف دو ممبر ہی پیش کر سکے۔

قومی اسمبلی کو انتظامیہ پر کم اختیارات تھے' گورنر دو مرتبہ خطاب کرتے مگر کسی خطاب پر بحث نہ ہوتی۔ بجٹ پر بحث برائے نام ہوتی یا وقت کی کمی آڑے آتی یا ارکان اسمبلی بے اعتنائی

کا ثبوت دیتے تھے۔ 12 دن صرف رائے شماری مالی بل کے طریق کار اور منظوریوں کے لئے تھے۔ تقاریر کے لئے قلیل وقت تھا جو کہ صرف 20 منٹ تھا۔ اپوزیشن کئی بار حکومتی تقاریر روکنے کے لئے رکاوٹ بنتی ہے۔ اسمبلی سرکاری اخراجات پر عمل پیرا نہ ہوسکتی تھی۔

بنیادی اصولوں کی مجلس جو کہ مارچ 1949ء کو بنائی گئی تھی' اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ بنیادی اصولوں کے لئے سفارشات مرتب کرے۔ اس نے دوسری ذیلی مجالس بنائیں اور بعد میں ان مجالس سے حاصل ہونے والے نتائج کا جائزہ لیتے ہوئے رپورٹ تیار کی جس میں درج ذیل باتوں پر سیر حاصل غور کیا گیا:

1- بنیادی حقوق
2- انتخابات
3- عدلیہ
4- وفاقی آئین

## کمیٹی کی سفارشات:

اس کمیٹی نے جو سفارشات پیش کیں وہ درج ذیل ہیں:

1- مرکز میں مقننہ دو ایوانوں یعنی ایوان بالا (سینٹ) اور ایوان زیریں (قومی اسمبلی) پر مشتمل ہوگی۔ ایوان بالا میں 20 رکن ہوں گے جبکہ ایوان زیریں میں اراکین کی تعداد 400 ہوگی اور یہ پاکستان کے دونوں صوبوں سے برابر لی جائے گی کیونکہ اس وقت پاکستان کے دو صوبے تھے مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان جبکہ بعد میں ایک صوبہ مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بنا۔
2- ملک کا سربراہ لازماً مسلمان ہوگا اور پانچ سال کے لئے منتخب کیا جائے گا اور اس کو دو ایوان مل کر منتخب کریں گے۔
3- مرکز کی طرح صوبائی ڈھانچہ اس طرح ہی تشکیل دیا جائے گا اور صوبے کی سربراہ کو ملک کا سربراہ مقرر کرے گا اور یہ بھی پانچ سال کے لئے منتخب ہوگا۔
4- وفاقی اور صوبائی اور مشترکہ امور کے لئے تین فہرستیں مرتب کی گئیں تھیں۔
5- مرکز کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ ہر صوبے میں وہ پانچ ارکان پر مشتمل ایک بورڈ تشکیل دیں گے جو کہ اسلامی امور قوانین پر مکمل عبور رکھتے ہوں۔ ان پر یہ فرض عائد ہوگا کہ وہ کوئی بھی حاصل ہونے والے بل خواہ وہ مرکز سے ملے یا صوبے سے ملک کے سربراہ کو یا صوبائی سربراہ کو ہفتے کے اندر اندر اطلاع دے اور اس بات کا جائزہ لے کہ آیا کوئی امر اس کے خلاف تو نہیں ہے اور قانون سازی غیر اسلامی بنیادوں پر تو نہیں ہو رہی ہے۔



6- آئین میں ترمیمی طریقہ اس طرح ہوگا کہ ارکان کی تعداد کا 1/2 حصہ مرکزی اسمبلی کو ترمیم تجویز کرے گا اور اس قسم کا نوٹس دے گا اور اگر باقی ایوان نے اس بات کی حمایت کی تو یہ تجویز صوبائی مجلس قانون ساز میں ارسال کی جائے گی۔ اگر اس کو وہاں اکثریت حاصل ہو تو یہ تجویز واپس مرکزی مجلس قانون ساز میں آئے گی تاکہ وہاں پر اس کو 2/3 ارکان کی حمایت حاصل ہو اور اس طرح یہ دوبارہ صوبائی مجلس قانون ساز میں بھیجی جائے گی' وہاں سے حمایت حاصل کرنے پر اس کو ایک قانون کی شکل دے دی جائے گی۔

مشرقی پاکستان والے لوگ اس بات پر راضی نہ تھے کہ دونوں صوبوں سے برابر نمائندگی لی جائے۔ ملکی زبان کا مسئلہ اور مرکز اور صوبوں میں تقسیم اختیارات کا مسئلہ ایسا تھا جو کہ ملک کے لئے بننے والے آئین میں بہت بڑی رکاوٹ کی صورت میں سامنے آن کھڑا ہوا تھا۔ اس کی وجہ سے ملک میں بے اطمینانی اور بے چینی پھیلتی رہی اور ملک میں کئی کاموں کے سلسلے میں رکاوٹ رہی اور ملک آئین سازی میں تعطل کا شکار رہا۔

لوگ آئین میں تاخیر کو زیادہ عرصہ برداشت نہ کر سکتے تھے اس لئے ملک میں ایک بے چینی سی محسوس کی جانے لگی اور عوام نے تمام تر ذمہ داری آئین بننے کی مسلم لیگ پر ڈال دی اور ان کا یہ مطالبہ تھا کہ اس اسمبلی کو توڑ دیا جائے۔ دوسری طرف مسلم لیگ 1954ء میں مسلم لیگ بنگال میں شکست کھا گئی حالانکہ اس وقت یہ پارٹی ملک پر حکومت کر رہی تھی اور دوسری جانب اسمبلی کو توڑنے کی افواہیں ملک میں گردش کرنے لگیں۔ آخرکار وہی ہوا جو کہ عوام عرصہ دراز سے سننے کے لئے تیار تھے یعنی 24 اکتوبر 1954ء کو اسمبلی کو توڑ دیا گیا۔ اسمبلی کے سپیکر مولوی تمیز الدین نے اس فیصلہ کو نامنظور کرتے ہوئے چیف کورٹ میں رٹ کر دی۔

## دوسری آئین ساز اسمبلی:

اب گورنر جنرل اس انتظار میں تھے کہ کب چیف جسٹس کو فیڈرل کورٹ کی بدولت آئین ساز اسمبلی کی تشکیل کی اجازت ملے۔ اس طرح 1955ء میں دوسری قانون ساز اسمبلی بن گئی۔ اس اسمبلی کے ساتھ بھی وہی مسائل تھے جو کہ پہلی کے ساتھ تھے۔ 14 ارکان اس اسمبلی میں وہ تھے جو کہ گزشتہ اسمبلی کے بھی ممبران رہ چکے تھے۔ اس طرح کل ارکان 80 ہو گئے تھے۔ مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان سے برابر نمائندگی لی گئی تھی یعنی 40+40 ارکان لئے گئے اور باقی 11 سیٹیں غیر مسلم اراکین کے لئے تھیں۔ 72 سیٹیں تو صوبائی اسمبلی نے چنیں۔ نئے اراکین میں سکندر مرزا اور ڈاکٹر خان جیسے نامور لوگ بھی شامل تھے۔

دوسری قانون ساز اسمبلی میں عوام لیگ بطور اپوزیشن کے آئی' مسلم لیگ چونکہ متحدہ محاذ

کی حکومت تھی۔ اس اسمبلی میں بھی زیادہ بحث و مباحثہ ہی چلتا تھا' اسمبلی کے نظم وضبط اور اصول کی پاسداری شاذ و نادر ہی ہوتی تھی لیکن اس اسمبلی نے ملک کو 1956ء کا دستور دے دیا تھا۔ 8 جنوری کو قانون کا مسودہ بنا اور اسمبلی میں پیش ہوا۔ اشاعت کرنے اور قانون کی شکل ملنے کے بعد اس پر غور کرنے کے لئے اسمبلی کا اجلاس ہوا اور اس طرح 29 فروری 1956ء کو تمام بحث مکمل کر لینے کے بعد اس کو بطور دستور پاکستان منظور کر لیا گیا۔ یہ پہلا دستور تھا جو کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بنایا گیا تھا۔

جولائی 1956ء کو اسمبلی میں ایک نئی پارٹی وجود میں آئی وہ تھی ری پبلکن پارٹی' اس پارٹی میں 9 گروپ شامل تھے۔ اس کے علاوہ مسلم لیگ کے وہ ارکان بھی شامل تھے جنہوں نے مسلم لیگ کو خدا حافظ بعض وجوہات کی بناء پر کہہ دیا تھا۔

متحدہ محاذ کا ایک جزو نظام اسلام پارٹی تھی جو کہ بعد میں متحدہ محاذ سے انتخابی مسئلہ کی وجہ سے اگست 1957ء میں علیحدہ ہو گئی تھی۔

متحدہ محاذ کا بھی اس وقت خاتمہ ہو گیا جب نظام اسلام نے اس سے علیحدگی اختیار کی لیکن اس کے بڑے جزو کرشک سرامک پارٹی نے خودمختاری سے اپنا کام جاری رکھا۔

مسلم لیگ نے دوبارہ ہونے والے انتخابات میں مغربی پاکستان سے اکثریت حاصل کر لی اور مشرقی پاکستان سے اس کو صرف ایک سیٹ ملی۔ اس کے باوجود اسمبلی میں اس کو اکثریت حاصل تھی۔ سکندر مرزا (گورنر جنرل) نے چوہدری صاحب کو وزارت بنانے کی پیشکش کی اور چوہدری صاحب نے مشرقی بنگال میں متحدہ محاذ کو اپنے ساتھ شامل کر لیا اور پھر وزارت تشکیل دی۔ سب سے پہلا کام جو کہ چوہدری صاحب کے ہاتھوں سے ہوا وہ 22 نومبر کو مغربی پاکستان کی تمام ریاستوں اور ذیلی صوبوں کو ایک وحدت میں تبدیل کرنے کا اعلان تھا اور انہوں نے پاکستان کو ون یونٹ بنا دیا۔ اس پر بھی اسمبلی میں بڑی بحث ہوئی کہ آخر ایسا کیوں کیا گیا ہے۔ مرکزی حکومت نے انتظامی کونسل کا قیام کیا اور اس نے کرنا یہ تھا کہ سابقہ صوبوں کے مختلف محکموں کی دوبارہ تنظیم کر کے ان کو ایک منظم شکل میں لانا تھا۔ اس کے بعد تشکیل مغربی پاکستان بل ستمبر 1955ء میں منظور ہوا اور 14 اکتوبر 1955ء کو نافذ ہوا۔ وحدت مغربی پاکستان یعنی ون یونٹ بنا تو اس وقت اس کے بارہ ڈویژن تھے۔

اس کے بعد نیا آئین بنانے پر غوروخوض شروع ہوا۔ 18 جنوری 1956ء کو بل شائع ہوا' آئی آئی چندریگر نے اس قانون کی تحریک کی اور 9 جنوری کو پیش کیا گیا' 29 جنوری 1954ء کو بل منظور ہو گیا اور 23 مارچ 1956ء کو پورے ملک میں نافذ العمل ہو گیا اور اس کے بعد پہلی دفعہ پاکستان کو "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کہا جانے لگا۔

---



**سوال 3: 1958ء میں پارلیمانی جمہوریت کی ناکامی کے اسباب کا جائزہ لیجئے۔**

**جواب:** ملک میں مضبوط حکومت قائم نہ ہو سکی۔ قائداعظمؒ کے بعد لیاقت علی خان کی شہادت سے حالات بہت مایوس کن ہو گئے۔ 17 اکتوبر 1958ء کو صدر سکندر مرزا نے مارشل لاء نافذ کیا اور کمانڈر انچیف ایوب خان کو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بنایا۔

## سیاسی جماعتوں کی کثرت:

شروع میں تو مسلم لیگ ایک مضبوط سیاسی جماعت تھی۔ مسلم لیگ 1954ء تک اقتدار پر قابض رہی لیکن کوئی ٹھوس پروگرام نہ دے سکی۔ مشرقی پاکستان میں 1954ء کے انتخابات میں بُری طرح شکست کھا گئی اور یونائیٹڈ فرنٹ آگے آ گیا۔ مغربی پاکستان میں نظام اسلام پارٹی' ری پبلکن پارٹی اور نیشنل عوامی پارٹی سامنے آ گئی اور مخلوط حکومتیں بننے لگیں۔ کوئی بھی پارٹی واحد اکثریتی پارٹی نہیں تھی۔ یہ انتشار 1956ء کا دستور نافذ ہونے کے بعد بھی جاری رہا۔

## غیر جمہوری طرز عمل:

پاکستان جمہوری تحریک کی پیداوار ہے۔ قائداعظمؒ کی قیادت میں 1937ء سے ایک تحریک شروع ہوئی۔ شروع میں بہت تھوڑے لوگ تھے۔ 1940ء تک یہ ایک عظیم تحریک بن گئی اور 1947ء میں پاکستان بن گیا۔ یہ سب ایک جمہوری طرز عمل سے وجود میں آیا۔

## قیادت کا خلاء:

جب قائداعظمؒ گورنر جنرل اور لیاقت علی خان وزیراعظم بنے تھے تو عوام کا تعاون حاصل تھا۔ لوگوں کو قائداعظمؒ پر پورا اعتماد تھا۔ زبان' علاقہ اور معیشت کے کئی مسائل اُٹھے لیکن قائد کی قدآور شخصیت کے سامنے سب باادب ہو کر جھک جاتے تھے۔ قائد جمہوری ذہن کے مالک تھے اور وہ جمہوری اداروں پر یقین رکھتے تھے۔

لیاقت علی خان نے جمہوریت چلائی اور ان کے انتقال کے بعد جو قیادت آئی' وہ حالات کا مقابلہ نہ کر سکی۔ مسلم لیگ سے توقعات پوری نہ ہو سکیں۔ اگرچہ وزراء اعظم دیانتدار اور پُرخلوص تھے لیکن سیاسی بصیرت کی کمی تھی اور وہ ملک گیر عوام کے منتخب نمائندوں سے صدر مملکت کی طرف منتقل ہوتے چلے گئے۔

## مسلم لیگ:

ہندوستان میں سیاسی استحکام اس لئے رہا کہ انڈین نیشنل کانگریس کا جمہوری طرز عمل تھا' وہاں کی سیاسی شخصیات عوام میں اس قدر مضبوط تھیں کہ فوج اور بیوروکریسی سیاست پر قبضہ نہ کر سکیں۔ مسلم لیگ تحریک تو بنی لیکن ایک منظم اور بااصول جماعت کی شکل میں نہ ڈھل سکی۔ جب

لیاقت علی خان نے وزارت عظمیٰ اور مسلم لیگ کی قیادت دونوں سنبھالیں تو سیاسی پارٹی کا کنٹرول حکومت پر نہ رہ سکا۔ اصول یہ کہتا تھا کہ مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی وزیراعظم اور کابینہ کی قیادت کرے۔ انہیں جمہوری فیصلوں کا پابند کرے لیکن ملک کے حالات ایسے ہوئے کہ پارٹی کے صدر جماعت کو استعمال کرتے رہے اور ملک کا سربراہ پارٹی کے لیڈر کو' مسلم لیگ کمزور ہوئی تو غلام محمد اور سکندر مرزا نے من مانی حرکتیں کیں۔

خواجہ ناظم الدین کو ناجائز طریقے سے برطرف کر دیا گیا اور محمد علی بوگرہ جو امریکہ میں سفیر تھے' انہیں وزیراعظم بنا دیا گیا۔ گورنر جنرل کے شخصی فیصلے مسلم لیگ پارلیمانی گروپ نے تسلیم کر لئے۔ خواجہ ناظم الدین برطرف ہوئے تو چوہدری محمد علی اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی جیسی شخصیات نے گورنر جنرل کا فیصلہ مان لیا۔

## جمہوری روایات کی عدم موجودگی:

پاکستان بننے سے پہلے اسمبلیاں موجود تھیں لیکن بہت تھوڑی مدت کے لئے' اصل وجہ ہندو مسلم اختلافات تھے اس لئے عوام کی جمہوری تربیت نہ ہو سکی۔ جمہوری ادارے صرف اسی وقت کامیاب ہو سکتے ہیں جب عوام میں تربیت ہو۔ عوام میں تعلیم کم تھی اور جمہوری تربیت تو قطعاً نہیں تھی۔ ملک کو جلد سے جلد اپنے قدموں پر کھڑا کرنا مقصد تھا۔ نیا ملک بننے سے معاشی اور سیاسی مواقع ہاتھ آئے۔ لوگوں نے مفادات کو مدنظر رکھا' اصول اور قاعدے پیچھے پھینک دیئے گئے۔

## غلام محمد اور اور سکندر مرزا کے غیر جمہوری اقدامات:

قائداعظم اور خواجہ ناظم الدین نے مسلم لیگ کو سیاسی مسائل حل کرنے کا موقع دیا لیکن غلام محمد اور سکندر مرزا نے اسمبلی اور کابینہ پر اپنی مرضی ٹھونسنا شروع کر دی۔ انہوں نے پارلیمانی نظام تباہ کر کے رکھ دیا۔

خواجہ ناظم الدین نے بجٹ پر مقننہ سے اعتماد کا ووٹ حاصل کیا اور چند دن بعد ہی گورنر جنرل نے انہیں برطرف کر دیا۔ جب خواجہ صاحب تھے تو کسی نے ان پر اعتراض نہیں کیا تھا' جب انہیں برطرف کر دیا گیا اس پر بھی کسی نے احتجاج نہیں کیا اور محمد علی بوگرہ کو اپنا لیڈر مان لیا۔

## سیاسی شعور کا عدم وجود:

سیاسی اور جمہوری نظام اسی وقت کامیاب ہوتا ہے جب لوگوں کو اپنے ووٹ کا احساس ہو۔ وہ اپنے نمائندوں کا رہنما سوچ سمجھ کر رکھیں اور ان کی اجتماعی قوت حکومت اور نوکرشاہی کا



محاسبہ کر سکیں۔

پاکستان میں آزادی کے بعد عوام کو سیاسی سرگرمیوں میں شامل نہ کیا گیا۔ سیاست رئیسوں اور امیروں کا کھیل بن گئی۔ عوام محض تماشائی تھے۔ وہ اپنا ووٹ استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ عوام روٹی کمانے میں لگ گئی' ان کے رہنما اصولوں سے ہٹ کر سیاسی سودے بازیاں کرتے رہے۔ عوام نے سیاسی شعور کا مظاہرہ نہ کیا۔ ٹھوس رائے عامہ تشکیل نہ پا سکی جس سے بے اصول سیاست دانوں کا محاسبہ کیا جا سکتا ہے۔

## دستور ساز کمیشن:

صدر ایوب خان نے دستور کی تیاری کے لئے جسٹس شہاب الدین کی سربراہی میں کمیشن مقرر کیا کہ معلوم کریں کہ پارلیمانی نظام کیوں فیل ہوا ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا کہ منصفانہ انتخابات کرانے کی کوشش نہیں کی گئی۔

## معاشی عدم استحکام:

چونکہ سیاسی استحکام نہیں تھا اس لئے معاشی استحکام بھی ختم ہو گیا۔ لوگوں نے اجارہ داریاں قائم کر لیں' رشوت کا سلسلہ چل نکلا' روزگار میں کمی آئی' غریب اور محنت کش معاشی مشکلات میں پھنس گئے۔

1947ء سے 1958ء تک گیارہ سالہ مدت میں اقربا پروری' بددیانتی اور مہنگائی بڑھی' سمگلنگ میں اضافہ ہوا۔ 1956ء سے 1957ء تک یہ حالت ہو گئی کہ دس لاکھ ٹن خوراک باہر سے منگوائی گئی۔ ملک میں سمگلنگ حکومت اور افسروں کی سرپرستی میں ہونے لگی۔

صنعتی ترقی کی رفتار رک گئی۔ ہڑتالیں اور صنعتی مسائل پیدا ہو گئے۔ دوسری طرف مہاجرین کی آبادی کا مسئلہ تھا' وہ حل نہیں ہوا تھا۔ جواہر لعل نہرو نے چالاکی سے کشمیر کو قبضے میں لیا اور مختلف سرحدوں پر فوجیں کھڑی کئے رکھیں۔

مختلف صوبوں میں خودمختاری کا سوال پیدا ہوا۔ سیاست دان مقاصد میں الجھے رہے۔ عوامی شعور' حکمرانوں کا محاسبہ نہ کر سکا۔ سیاسی جماعتیں ملک گیر نہیں تھیں۔ غلام محمد اور سکندر مرزا نے پاکستان کو اپنے ذاتی اغراض کے لئے اکھاڑہ بنائے رکھا۔ چار سال تک ایوب خان نے بڑی محنت اور دیانتداری کا اظہار کیا۔ بہت سے مسائل حل کئے' مختلف شعبوں کی رپورٹیں کمیشنوں سے تیار کروائیں۔

**سوال 4: 1962ء کے آئین کی خصوصیات اور ناکامی کے اسباب لکھیں۔**

**جواب:** 1962ء کا آئین تحریری شکل میں تھا۔ اس میں 250 آرٹیکل اور 5 شیڈول تھے۔

1962ء کا آئین لچکدار آئین تھا۔ اس آئین میں ترمیم کے لئے دو تہائی ممبران کی اکثریت کی حمایت کی شرط لازمی رکھی گئی تھی۔

## صدارتی نظام حکومت:

1962ء کے آئین کے تحت ملک میں صدارتی نظام حکومت قائم کیا گیا۔ صدر مملکت کو تمام تر اختیارات سونپ دیئے گئے اور اس کی حیثیت آئینی سربراہ کی سی ہوگئی۔ صدر کو اس آئین کے تحت اتنے اختیارات دے دیئے گئے کہ علیحدگی اختیارات کی مکمل طور پر نفی ہوگئی۔ صدر ہی مرکزی حکومت کی تشکیل کا کام کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ قومی اسمبلی صدر کا احتساب کرنے میں ناکام تھی اور صدر کے مواخذہ کا طریقہ اس قدر پیچیدہ تھا کہ اسے آئینی ذرائع سے برقرار نہیں کیا جاسکتا تھا۔

## وفاقی حکومت:

اس نئے آئین میں حکومتی نظام وفاقی طرز کا رکھا گیا۔ مرکزی حکومت میں ایک قومی اسمبلی اور صوبائی حکومتوں میں ہر صوبے کی اپنی صوبائی اسمبلی بنائی گئی۔ صدر کو زیادہ اختیارات ملنے کی وجہ سے صدر صوبائی اسمبلی کے معاملات میں بھی دخل اندازی کرتا تھا جس سے وفاقی نظام حکومت متاثر ہوتا تھا۔ آئین کی متعدد دفعات کا سہارا لے کر صدر، صوبائی امور میں مداخلت کا مجاز تھا اسی وجہ سے یہ آئین ناکام ثابت ہوا۔

## طریقہ انتخاب:

1962ء کے آئین کے تحت طریقہ انتخاب بالواسطہ رکھا گیا یعنی بالغ رائے دہی کی اساس پر رائے دہندگان پہلے بنیادی جمہوریتوں کے اراکین کا انتخاب کرتے جبکہ منتخب شدہ ارکان صوبائی اور مرکزی اسمبلیوں اور صدر کا انتخاب کرتے تھے بالواسطہ انتخاب سے ایک غیر جمہوری نوعیت کی حکومت کرنا بہت کٹھن کام تھا چنانچہ حکومت میں تبدیلی کرنے کے لئے جب عوام سڑکوں پر نکل آئے تو اس سے نہ صرف حکومت میں تبدیلی رونما ہوئی بلکہ آئین کی منسوخی کا سبب بھی بالواسطہ طریقہ انتخاب بنا۔

## آمرانہ آئین:

جمہوری ممالک میں دستور سازی کا کام عوام کے نمائندوں کے ذمے ہوتا ہے لیکن پاکستان کا 1962ء کا آئین ایک فرد واحد محمد ایوب خان کا عطا کردہ آئین تھا اس لئے ہم اس کو آمرانہ آئین بھی کہہ سکتے ہیں۔ ایسا آئین عوامی خواہشات کی پوری طرح ترجمانی نہیں کرتا۔



## یک ایوانی مقننہ:

اس آئین میں قانون سازی کے لئے صرف ایک ایوان ہی مقرر کیا گیا یعنی قومی اسمبلی ایوان بالا اور ایوان زیریں کا کوئی وجود نہ تھا۔ اس نظام کے تحت قومی اسمبلی کے نمائندے قانون بناتے اور صدر کو منظوری کے لئے پیش کرتے تھے اس طرح ملکی قوانین وضع ہوتے تھے۔ یہ طریقہ قانون سازی عوام کے کچھ حلقوں کو پسند نہ تھا' انہوں نے اس بات پر اعتراض کیا کہ قانون مرتب کرتے وقت یا کرنے کے بعد ایک ایسا ادارہ ہونا چاہئے جو کہ اس قانون کی جانچ پڑتال کر سکے تاکہ قانون کی تمام باتیں واضح ہو جائیں۔ یہی وجہ تھی کہ عوام نے اس آئین کو مسترد کر دیا۔

## بنیادی حقوق کا فقدان:

1962ء کا آئین چونکہ آمرانہ آئین تھا اس لئے اس میں شہریوں کو ویسے بنیادی حقوق نہ دیئے گئے جیسے کہ جمہوری آئین میں دیئے جاتے ہیں جیسے آزادی تحریر وتقریر' آزادی جماعت سازی وغیرہ اسی وجہ سے یہ آئین مسترد ہوا۔

## سرکاری زبان کا مسئلہ:

1962ء کے آئین میں قومی زبان کو رائج کرنے کا مسئلہ بھی اس کی ناکامی کا سبب بنا۔ پہلے پہل انگریزی کو زبان کی حیثیت حاصل تھی اور اس زبان میں تمام سرکاری کام انجام پاتے تھے لیکن کچھ عرصہ بعد یہ اعتراض دیکھنے میں آیا کہ ایک اسلامی جمہوری ملک کی سرکاری زبان انگریزی نہیں ہونی چاہئے چنانچہ اس کے لئے بعد میں ایک کمیشن قائم ہوا جس نے بعد میں یعنی 1972ء میں اپنی رپورٹ پیش کرنی تھی لیکن اتنا لمبا عرصہ عوام کے لئے ناقابل برداشت تھا اس لئے انہوں نے اس آئین کو ناکام ثابت کر دیا۔

## بنیادی جمہوریتوں کے نظام کا تاریک پہلو:

نظریاتی طور پر تو بنیادی جمہوریتوں کا نظام بظاہر اتنا بُرا نہ تھا لیکن اس کا قیام چند مخصوص مقاصد کی خاطر عمل میں آیا تھا مثلاً بنیادی جمہوریتوں کو انتخابی ادارہ کی حیثیت دینا قابل اعتراض تھا علاوہ بریں بطور مقامی حکومت کے ادارہ انہیں نیم عدالتی نوعیت کے اختیارات بھی دینا مناسب نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ باقاعدہ منتخب ہو کر آتے ہیں' عملی سیاست میں ملوث ہونے کے باعث ان کی جماعتوں اور دھڑوں سے وابستگیاں ہوتی ہیں۔ عدالتی اختیارات کا استعمال کرتے وقت ایسے لوگوں سے غیر جانبداری کی توقع رکھنا درست نہ ہو گا چنانچہ یہی وجہ ہے کہ معاشرتی اصلاح کی بجائے یہ نظام افتراق اور کشیدگی کا ہی باعث بنا۔

## اسلامی قوانین سے انحراف:

1962ء کا آئین بنانے والوں پر پہلا الزام یہ عائد کیا جاتا ہے کہ انہوں نے پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان کی بجائے صرف جمہوریہ پاکستان رکھا اگرچہ بعد میں عوامی دباؤ کی وجہ سے اس کو بدلنا پڑا لیکن پھر بھی پاکستان میں مکمل اسلامی حکومت کرنے میں یہ آئین ناکام رہا اور اس وجہ سے آہستہ آہستہ معاشرہ بے راہ روی کا شکار ہوا۔ معاشرتی برائیاں پنپتی رہیں اور آخرکار عوام اس آئین اور اس کے تحت بننے والی حکومت کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس آئین کو منسوخ کروا کر ہی دم لیا۔

**سوال 5: مشرقی پاکستان کی علیحدگی میں مجیب الرحمٰن' یحییٰ خان اور بھٹو کے کردار کا تجزیہ کیجئے۔**

**جواب:** 1970ء کے انتخابات میں عوامی لیگ کو 167 اور مغربی پاکستان میں پی۔ پی کو 83 سیٹیں ملیں۔ عوامی لیگ کو مشرقی پاکستان میں 75% ووٹ ملے اور مغربی پاکستان میں اس کا کوئی امیدوار کامیاب نہیں ہوا تھا اور یہی حال پی پی کا تھا۔

حالات ایسے پیدا ہوئے کہ دونوں سیاسی پارٹیاں آپس میں افہام و تفہیم نہ کر سکیں۔ شیخ مجیب نے کہا کہ چھ نکات پر مبنی دستور بنایا جائے گا۔ عوامی لیگ والے بیوروکریسی' فوج اور پنجابیوں کو بُرا بھلا کہتے اور بڑی سخت زبان استعمال کی جاتی مثلاً:

"بنگالیوں کا خون اور گوشت مغربی پاکستان کے ڈاکوؤں نے کھایا ہے۔"

مجیب الرحمٰن کا رویہ بہت سخت ہو چکا تھا' وہ اپنی مرضی کا دستور ٹھونکنا چاہتا تھا۔ اس نے چھ نکات کی بنیاد پر الیکشن جیتا اور کہا کہ کوئی بھی ہمیں چھ نکات پر دستور بنانے سے نہیں روک سکتا۔

## قومی اسمبلی کا اجلاس:

یحییٰ خان نے 3 مارچ 1971ء کو قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کیا۔ بھٹو نے 15 فروری کو بیان دیا کہ میری پارٹی اجلاس میں شرکت نہیں کرے گی تاوقتیکہ اکثریتی پارٹی کی طرف سے ہمیں یقین دہانی ہو کہ وہ ہمارے نظریات کا احترام کریں گے۔ مجیب نے پھر کہا کہ دستور چھ نکات کی بنیاد پر بنایا جائے گا۔

پیپلز پارٹی ملک میں دوسری بڑی سیاسی پارٹی تھی۔ دستور میں سب صوبوں کی رائے کو اہمیت دی جانی چاہئے تھی۔ امریکہ میں بھی جب وفاق بنایا گیا تو یہی مسئلہ پیدا ہوا تھا۔

نئے دستور میں سرحد' بلوچستان' سندھ اور پنجاب کو چھوٹے بھائی سمجھا جانا چاہئے تھا۔



قیوم لیگ اور پی پی نے دستور ساز اسمبلی کی میٹنگ میں شرکت کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کا خیال تھا کہ اسمبلی سے باہر مذاکرات سے کوئی فارمولا طے کیا جائے اور پھر رسمی طور پر اسمبلی میں جائیں۔ یحییٰ خان نے اسمبلی کا اجلاس ملتوی کر دیا اور 10 مارچ 1971ء کو سیاست دانوں کو دعوت دی کہ وہ متفقہ فارمولا تیار کرنے کے لئے بات چیت کریں۔ اس سے بڑا شدید ردعمل پیدا ہوا۔ عوامی لیگ نے عام ہڑتال کا اعلان کر دیا اور پُرتشدد تحریک شروع ہو گئی۔ مارکیٹیں' دفاتر' بنک سب بند ہو گئے۔ بنگالی نوجوانوں نے بہاریوں اور مغربی پاکستان سے تعلق رکھنے والے عوام پر مظالم ڈھائے' لاکھوں افراد قتل ہوئے۔ بھارتی ایجنٹوں نے بڑے گل کھلائے' ہر جگہ بنگلہ دیش کا پرچم لہرایا گیا۔ کسی کو پاکستان کا نام لینے کی جرأت نہ تھی' مجیب نے اشتعال انگیز بیانات دیئے۔

یحییٰ خان' بھٹو اور کئی دوسرے رہنما بنگال گئے اور مجیب سے بات چیت کرنے کی کوشش کی لیکن مجیب اپنی ضد پر ڈٹا رہا۔ یحییٰ خان نے مجیب الرحمٰن کو پاکستان کے مستقبل کا وزیراعظم کہہ کر پکارا۔ بھارت کے لوگ اسے دباؤ میں رکھے ہوئے تھے۔ بھٹو نے 27 جنوری کو مجیب سے مذاکرات کئے اور چھ میں سے پانچ نکات پر رضامندی کا اظہار بھی کیا۔ یحییٰ خان نے مجیب کو گرفتار کر کے مغربی پاکستان بھجوا دیا۔

عوامی لیگ کو غیر قانونی جماعت قرار دے دیا گیا۔ عوامی لیگ کا رویہ پہلے سے بھی زیادہ متشدد ہو گیا۔ مولانا بھاشانی نے مجیب کی حمایت کی اور کہا:

"اب مغربی پاکستان سے علیحدگی کے سوا کوئی چارہ نہیں۔"

اب عوامی لیگ کی قیادت ان لوگوں کے ہاتھ میں چلی گئی جن کا رویہ بہت سخت تھا۔ وہ منظر پر آ گئے اور ایک متوازی حکومت بنا لی۔ عوامی لیگ مارشل لاء کے خاتمے کا مطالبہ کرتی تھی اور یہ کہ اختیارات عوامی نمائندوں کو دیئے جائیں۔ مجیب کی گرفتاری سے یہ باتیں ختم ہو گئیں' اب آزاد بنگلہ دیش کا مطالبہ کیا جانے لگا اور خانہ جنگی شروع ہو گئی۔

## ملٹری ایکشن اور سقوط ڈھاکہ:

یحییٰ خان نے طاقت استعمال کی' ہزاروں بنگالی نوجوان بھارت چلے گئے جہاں انہیں جنگی ٹریننگ دی گئی۔ پاکستان کی فوجی حکومت نے ایسٹ پاکستان رائفلز اور ایسٹ بنگال رجمنٹ سے ہتھیار لے لئے۔ بنگالی فوجیوں کی تعداد بھاگ کر بھارت چلی گئی اور وہاں مکتی باہنی کے نام سے نیم فوجی تنظیم کی بنیاد رکھی گئی۔

ملٹری ایکشن شروع ہو گیا' جنرل ٹکا خان کو گورنر بنا دیا گیا۔ مشرقی پاکستان ہائی کورٹ کے چیف جسٹس نے ٹکا خان سے عہدے کا حلف لینے سے انکار کر دیا۔ ٹکا خان پیشہ ور فوجی تھا'

بہت جلد فوج کا کنٹرول قائم کر دیا۔ کچھ گوریلے بھاگ کر بھارت چلے گئے' کچھ کو گرفتار کر لیا گیا۔ شہروں' قصبوں اور دیہات میں پاکستانی فوج کا کنٹرول تھا۔

جب بھارت نے دیکھا کہ حالات اس کے ہاتھ سے نکلتے جا رہے ہیں تو اس نے مشرقی پاکستان پر حملہ کر دیا جس کے لئے اسے روس کی پشت پناہی حاصل تھی۔ روس اور بھارت نے اگست 1971ء میں دوستی کا معاہدہ کیا تھا۔ روس پاکستان سے ناراض تھا' اسے پاک امریکہ اور پاک چائنہ تعلقات سخت ناگوار تھے۔ روس نے بھارت کو ہتھیار دیئے۔

بھارت پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کے لئے تیار تھا۔ مسز گاندھی نے احتجاج کیا کہ پاکستان مشرقی پاکستان میں قتل عام کر رہا ہے اور اسے بند کیا جائے۔

بھارتی پارلیمنٹ نے مشرقی پاکستان کی حمایت میں قرارداد منظور کی۔ گنگا جہاز کا ڈراما رچا کر مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان ہوائی سروس بند کر دی گئی۔ یہ بھارتی سیکرٹ سروس کا کارنامہ تھا تاکہ فوج اور اسلحہ مشرقی پاکستان نہ پہنچے۔

بھارت نے دنیا بھر میں پاکستان کے خلاف پروپیگنڈا کیا اور کہا کہ بنگالی پناہ گزین اس پر بہت بڑا بوجھ ہیں اور پاکستانی افواج بنگلہ دیش سے نکل جائیں۔ بنگالی عوام فوج کے سخت خلاف تھے' بھارت کا پروپیگنڈا دنیا بھر میں زوروں پر تھا۔ ٹکا خان کو واپس بلا لیا گیا اور جنرل نیازی کو کمان سونپ دی گئی۔ یحییٰ خان نے ایک اور حرکت کی کہ عوامی لیگ کو غیر قانونی قرار دیا اور اس کی نشستیں خالی قرار دے دیں۔ 88 عوامی لیگ کے ممبروں نے آزاد ارکان کی حیثیت میں دستور ساز اسمبلی کی کارروائی میں حصہ لینے پر آمادگی کا اظہار کیا' باقی نشستوں پر ضمنی انتخابات ہوئے۔

مغربی پاکستان کی سیاسی پارٹیوں نے ایک اتحاد قائم کیا اور مسٹر نورالامین کو اس کا سربراہ بنایا۔ طے ہوا کہ مسٹر نورالامین وزیراعظم اور بھٹو ڈپٹی وزیراعظم ہوں گے۔ 21 نومبر 1971ء کو بھارت نے مشرقی پاکستان پر چاروں طرف ۔ ے حملہ کر دیا۔ پاکستانی افواج نے بہادری سے مقابلہ کیا لیکن سمندر' فضاء' زمین ہر طرف سے ر ۔ بند ہو گئی تھی۔

16 دسمبر 1971ء کو جنرل نیازی نے ہتھیار ڈال دیئے' انہیں یہ حکم مرکز سے دیا گیا تھا۔ مسلمانوں کی تاریخ میں بغداد' سپین اور دہلی کے سقوط کے بعد یہ چوتھا واقعہ تھا۔

## سوال 6: مسئلہ بلوچستان کے حل کے ۔ ۔ قابل عمل تجاویز تحریر کیجئے۔

جواب: اس کے لئے امتحان 2011ء کا سوال ۔ ملاحظہ کریں۔



## سوال 7: مشرف کے دور میں مقامی حکومتوں کے نظام کی کارکردگی کا تنقیدی جائزہ لیجئے۔

جواب: ضیاء الحق کے برسراقتدار آنے کے بعد مقامی حکومتوں کے نظام کو دوبارہ نافذ کیا گیا اور ضیاء دور میں مقامی حکومتوں کے انتخابات دو دفعہ کرائے گئے۔ عام انتخابات ہوتے ہی مقامی حکومتوں کا نظام دب گیا۔ جنرل پرویز مشرف نے مقامی حکومتوں کے نظام میں واضح تبدیلیاں کر کے مرحلہ وار انتخابات دسمبر 2000ء اور اگست 2001ء کے درمیان کروائے اور اس کا اجراء 14 اگست 2001ء کو کیا۔ یہ نظام تین درجاتی ہے جس میں ضلعی حکومتیں' تحصیل کی حکومتیں اور یونین کونسل کی حکومتیں شامل ہیں۔

### لوکل گورنمنٹ:

دوسرے محکموں کی طرح لوکل گورنمنٹ کا محکمہ بھی اپنے سیکرٹری بلدیات کے تحت امور کی انجام دہی میں مصروف ہے جو کہ وزیر بلدیات کی سربراہی میں کام کرتا ہے۔ اس کے تحت درج ذیل ادارے کام کرتے ہیں جو کہ اپنے طور پر خودمختار ہیں۔ ٹیکس لگانا' تعمیرات اور علاقہ کی فلاح و بہبود ان کا اوّلین فریضہ ہے جسے اپنے عملہ کی وساطت سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا جاتا ہے۔

### 1۔ میٹروپولیٹن کارپوریشن:

ایسے شہر جو اپنی آبادی کے لحاظ سے بہت بڑے ہوں اور جن کی آبادی 25 لاکھ یا اس سے زائد افراد پر مشتمل ہو' وہاں کا انتظام چلانے کے لئے جو ڈھانچہ تشکیل دیا جاتا ہے وہ لارڈ میئر' ڈپٹی میئرز' زونل سیکرٹریز اور چیف آفیسر پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کا سربراہ بلحاظ عہدہ لارڈ میئر ہوتا ہے جس کی معاونت کے لئے ڈپٹی میئرز کا چناؤ کیا جاتا ہے چونکہ یہ شہر آبادی کے لحاظ سے بہت بڑا ہوتا ہے اس لئے اس کو زونوں میں تقسیم کر کے ڈپٹی میئرز کی سربراہی میں سیکرٹریوں کے ذریعے نظام چلایا جاتا ہے۔ ہر علاقے کا سیکرٹری اپنے علاقہ میں زونل ہیڈ کوارٹر بنا کر اپنے ماتحت عملہ کے ذریعے صفائی کے ساتھ ساتھ علاقہ کی فلاح و بہبود کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں چونکہ اسے چھوٹی چھوٹی اکائیوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اس لئے چھوٹی سطح پر انتظام و انصرام کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔

چونکہ میئر اور ڈپٹی میئرز کے عہدے عارضی ہوتے ہیں اس لئے شہر کے امور کو بہتر طور پر چلانے کے لئے چیف کارپوریشن آفیسر اور چیف اکاؤنٹس آفیسر کی خدمات مستقلاً حاصل کی جاتی ہیں جو کہ کارپوریشن کے مستقل طور پر عہدے دار ہوتے ہیں۔ لاہور اور کراچی میں میٹروپولیٹن کارپوریشن کام کر رہی ہیں۔

## 2- میونسپل کارپوریشن:

جن شہروں کی آبادی 25 لاکھ سے کم اور 5 لاکھ سے زائد ہو' وہاں میونسپل کارپوریشن کے نام سے ادارہ قائم کیا جاتا ہے جس کا سربراہ میئر ہوتا ہے جس کی معاونت کے لئے ڈپٹی میئر ہوتا ہے جو کہ چیف آفیسر اور چیف اکاؤنٹس آفیسر کی مدد سے ادارے کا انتظام چلاتے ہیں۔ یہ ادارہ ٹیکس وغیرہ لگا کر عوامی فلاح و بہبود کے کام سرانجام دیتا ہے۔ ترقیاتی کام کے ساتھ ساتھ تعلیم' صفائی' صحت اور صاف پانی کی سپلائی کے علاوہ امور عامہ کی طرف خاص توجہ دی جاتی ہے۔ حکومت بھی ان اداروں کی مدد کرتی ہے لیکن زیادہ تر یہ اپنے وسائل سے انتظام و انصرام کرتے ہیں۔

## 3- میونسپل کمیٹی:

پانچ ہزار سے زائد اور پانچ لاکھ سے کم افراد والی آبادی میں میونسپل کمیٹی قائم کی جاتی ہے جو انتخابات کے ذریعے منتخب نمائندوں کی وساطت سے عوامی خدمت سرانجام دیتی ہے۔ اس کا سربراہ چیئرمین ہوتا ہے جو کہ منتخب نمائندوں میں سے چنا جاتا ہے جس کی معاونت کے لئے وائس چیئرمین ہوتا ہے جو کہ چیئرمین کی غیر حاضری میں امور سرانجام دیتا ہے۔ نمائندوں کی تعداد 15 سے 35 تک ہو سکتی ہے۔

## 4- ٹاؤن کمیٹی:

ایسے دیہات جو کہ شہروں سے چھوٹے اور گاؤں سے بڑے ہوں' جن کی آبادی پانچ ہزار افراد پر مشتمل ہوتی ہے وہاں ٹاؤن کمیٹی تشکیل پاتی ہے جس کا سربراہ چیئرمین کہلاتا ہے جو کہ علاقہ کے منتخب نمائندوں میں سے چنا جاتا ہے۔ اس کا کام علاقہ کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرنا ہے جس کے لئے حکومت ان کی مدد کرتی ہے۔ علاقہ میں سڑکیں بنوانا اور صحت عامہ کا بندوبست کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔ صاف پانی مہیا کرنا بھی اس کی ذمہ داری میں شامل ہے۔

## 5- یونین کونسل:

ایک یا ایک سے زائد گاؤں ملا کر ایک یونین کونسل تشکیل پاتی ہے جس کے نمائندے منتخب ہو کر یہ ادارہ بناتے ہیں۔ ان کا سربراہ چیئرمین کہلاتا ہے جو کہ اپنے دوسرے ساتھی ممبران کی وساطت سے علاقہ کے امور سرانجام دیتا ہے اور عوامی فلاح و بہبود کے کاموں کو اوّلیت دی جاتی ہے۔ چیئرمین کی معاونت کے لئے حکومت ایک سیکرٹری کا تقرر کرتی ہے جو کہ دفتر کا انچارج ہوتا ہے۔



## 6- ضلع کونسل:

یہ ایک ایسا ادارہ ہے جو کہ تمام ضلع کے دور دراز علاقوں تک رسائی رکھتا ہے۔ شہروں کے علاوہ باقی علاقوں کا انتظام و انصرام اسی ادارہ کی ذمہ داری میں آتا ہے۔ ایک یا دو یونین کونسلوں کو ملا کر ایک نمائندہ چنا جاتا ہے جو کہ ضلعی طور پر اپنے علاقے کی نمائندگی کرتا ہے جن کا چناؤ چار سال کے لئے ہوتا ہے۔ اس کا ہیڈکوارٹر ضلع کے صدر مقام پر ہوتا ہے۔ تمام نمائندے اپنا ایک چیئرمین اور ایک وائس چیئرمین منتخب کرتے ہیں جو کہ اپنے ساتھی نمائندوں کے ذریعے ضلع بھر میں فلاحی' ترقیاتی اور عوامی فلاح و بہبود کے کام سرانجام دیتا ہے۔ علاقہ بھر میں سڑکوں کا جال بچھانا اس کی ذمہ داری میں شامل ہے۔ صحت عامہ کی بہتری کے لئے ہیلتھ سنٹروں کا قیام بھی اہم کام ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے سکول کالجز قائم کرنا اور حکومت سے منظور کروانا بھی انہی نمائندوں کی ذمہ داری ہے۔ رفاہی اداروں کی مالی امداد کرنے کا بندوبست کرنا بھی اہم ذمہ داری ہے۔ ضلع کونسل اپنے ذرائع سے ضلع کی ترقیاتی سکیموں کے علاوہ حکومت کو بھی ضلع بھر کی ترقیاتی سکیموں کے متعلق مشورے دیتی ہے تاکہ حکومت بھی عوامی فلاح و بہبود کے لئے امداد دے۔

## ڈویژن:

جس طرح یونین کونسل کے بعد ٹاؤن کمیٹی اور پھر اوپر تک میٹروپولیٹن کارپوریشن کا درجہ آتا ہے' اسی طرح چند ضلعوں کو ملا کر ایک ڈویژنل ہیڈکوارٹر بنایا جاتا ہے جس کا درجہ ضلع سے بڑا ہوتا ہے اور اس کا سربراہ کمشنر کہلاتا ہے۔ اس کی معاونت کے لئے ڈپٹی کمشنر مقرر ہوتے ہیں جو کہ ضلع کا سربراہ ہونے کے ساتھ ساتھ انتظامی سربراہ بھی ہوتا ہے۔ تحصیل کی سطح پر اسسٹنٹ کمشنر ہوتا ہے جو کہ تحصیل کا انتظامی سربراہ ہوتا ہے۔ اس کی معاونت کے لئے مجسٹریٹ ہوتے ہیں جو کہ عدالتی اختیارات کے ساتھ ساتھ انتظامی امور کے بھی ذمہ دار ہوتے ہیں۔

## ضلع ناظم:

ناظم کا انتخاب پینل میں متعلقہ ضلع کے تمام کونسلر چار سال کے لئے کرتے ہیں۔ ناظم کے لئے ضروری ہے کہ وہ میٹرک پاس ہو اور متعلقہ ضلع کا باشندہ ہو اور 50% سے زیادہ ووٹ حاصل کرے۔ ناظم ضلع میں امن و امان قائم رکھنے اور ضلع کے سالانہ ترقیاتی منصوبوں کی نگرانی کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ ضلع کونسل میں بجٹ پیش کرتا ہے اور ضلع کی سرگرمیوں کو منظم کرتا ہے۔

## نائب ناظم ضلع:

نائب ناظم ضلع کا انتخاب بھی متعلقہ ضلع کے تمام کونسلر پینل میں چار سال کے لئے

کرتے ہیں۔ نائب ناظم ضلع کے لئے ضروری ہے کہ وہ میٹرک پاس ہو اور متعلقہ ضلع کا باشندہ اور 50% سے زیادہ ووٹ حاصل کرے۔

## ضلع کونسل:

متعلقہ ضلع کے اندر تمام یونین کونسلوں کے ناظم ضلع کونسل کے ممبر ہوتے ہیں۔ ضلع کونسل کے ارکان کی کل تعداد کا 33% نشستیں عورتوں کے لئے 5% کسان اور مزدوروں کے لئے اور 15% اقلیتوں کے لئے مخصوص ہوتی ہیں۔ ناظم ضلع، ضلع کونسل کا سربراہ ہوتا ہے۔

## ضلعی انتظامیہ:

ضلعی انتظامیہ ایک رابطہ آفیسر کے ذریعے چلائی جاتی ہے جو صوبائی حکومت کا تقرر کردا گریڈ 20 یا 21 کا سرکاری ملازم ہوتا ہے جسے ضلعی رابطہ آفیسر (DCO) کہا جاتا ہے۔ ضلعی رابطہ آفیسر کی معاونت کے لئے ہر محکمہ کا ایک سربراہ ہوتا ہے جسے ضلعی ایگزیکٹو آفیسر (EDO) کہا جاتا ہے۔

ضلعی انتظامیہ میں درج ذیل 12 محکمے ہوتے ہیں:

| | |
|---|---|
| 1- انسانی وسائل | 2- سول ڈیفنس |
| 3- زراعت و جنگلات | 4- دیہی ترقی |
| 5- تعلیم | 6- امور مالیات و منصوبہ بندی |
| 7- صحت | 8- انفارمیشن ٹیکنالوجی |
| 9- قانون | 10- خواندگی |
| 11- نظم وضبط | 12- مال، ورکس اور خدمات |

2014

# پرچہ تیسرا: پاکستان میں آئینی وسیاسی ارتقاء

## حصہ معروضی

سوال 1: درج ذیل کے مختصر جوابات دیجئے:

-1 قانون آزادی ہند 1947ء

ج: 3 جون 1947ء کو منصوبہ تقسیم ہند تسلیم کر لیا۔ تقسیم ہند کے منصوبے کو برطانوی پارلیمنٹ نے بھی 18 جولائی 1947ء کو کچھ ترامیم کے ساتھ منظور کرتے ہوئے آزادی ہندوستان کے آئین کی حیثیت دے دی۔

-2 پاکستان کے پہلے دو گورنر جنرل

ج: i- قائداعظم محمد علی جناح

ii- خواجہ ناظم الدین

-3 پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کی تحلیل

ج: ملک غلام محمد نے 24 اکتوبر 1954ء کو دستور ساز اسمبلی کو توڑنے کا اعلان کر دیا۔ یہ اسمبلی سیاسی جوڑتوڑ کی اندرونی حقیقت تھی۔

-4 ایل۔ ایف۔ او 1970ء

ج: جنرل یحییٰ خان نے لیگل فریم ورک آرڈر کے ذریعے جنوری 1970ء کو سیاسی سرگرمیاں بحال کر دیں۔ ون یونٹ توڑ دیا گیا اور صوبے بحال کر دیئے گئے۔

-5 اسلام بطور سرکاری مذہب

ج: 1973ء کے آئین کی رو سے پاکستان کا سرکاری مذہب ''اسلام'' ہے۔

6- جونیجو حکومت کی برطرفی

ج: جونیجو نے برسرِاقتدار آکر مارشل لاء کے خلاف کارروائی کو تیز کر دیا۔ جنرل کے۔ ایم عارف، فخر امام اور جڑی کیمپ وغیرہ کی وجہ سے ضیاء الحق اور ان کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے تو 29 مئی 1988ء کو جونیجو حکومت کو برطرف کر دیا گیا۔

7- دوایوانی مقننہ

ج: پاکستان کا قانون ساز ادارہ پارلیمنٹ دو ایوانی مقننہ پر مشتمل ہے۔ ایک کا نام ایوان بالا یعنی سینٹ اور دوسرا ایوان زیریں یعنی قومی اسمبلی 1973ء قانون کے مطابق دو ایوانی مقننہ ہے۔

8- 1973ء کے آئین کے تحت وفاق پاکستان کے علاقے

ج: پاکستان ایک فیڈریشن ہے جس میں چاروں صوبے، قبائلی علاقے اور مرکز کے زیرِانتظام ہونے والے علاقے شامل ہیں۔

9- جنرل پرویز مشرف کا حکومت سنبھالنا

ج: 12 اکتوبر 1999ء کو جنرل پرویز مشرف نے جنرل ضیاء الدین کی تقرری ناجائز قرار دیتے کے ساتھ ساتھ وزیرِاعظم کو گرفتار اور قومی و صوبائی اسمبلیوں کو معطل کر دیا اور خود بطور چیف ایگزیکٹو پاکستان کا نظم و نسق سنبھالا۔

10- کے۔پی۔کے

**Ans.** **In 2010, NWFP officially renamed as KPK, is one of the four provinces of Pakistan. Its capital city is Peshawar. Its area is 74,521 Km² and 22,000,000 population (2012).**

## حصہ موضوعی

**سوال 2: قراردادِ مقاصد کا پس منظر اور اہم نکات بیان کیجئے۔**

جواب: اس کے لئے سال 2012ء کا سوال 3 دیکھیں۔

**سوال 3: 1956ء کے آئین کی ناکامی کے اسباب بیان کیجئے۔**

جواب: اس کے لئے سال 2011ء کا سوال 8 دیکھیں۔



**سوال 4: 1962ء کے آئین پاکستان کی نمایاں خصوصیات پر بحث کیجئے۔**

## آئین 1962ء کی نمایاں خصوصیات

### ایک ایوانی مقننہ:

1962ء کے دستور میں ایک ایوانی مقننہ رکھی گئی تھی اور پیریٹی کا اصول کارفرما تھا۔

### تشکیل:

قومی اسمبلی صدر اور مرکزی مقننہ پر مشتمل تھی۔ ابتداء میں اسمبلی کے ارکان کی تعداد 156 تھی۔ 6 سیٹیں خواتین کے لئے تھیں اور باقی 75-75 دونوں صوبوں کے لئے تھیں۔

### ووٹر کی شرائط/ امیدوار کی شرائط:

ووٹر اور امیدوار کی شرائط وہی تھیں جو 1956ء کے دستور میں تھیں۔

### بالواسطہ طریقہ انتخاب:

1962ء کے دستور میں صدر قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے اراکین کے لئے بالواسطہ طریقہ انتخاب رکھا گیا۔ بنیادی جمہوریت کے اراکین انہیں منتخب کرتے۔ عوام پہلے یونین کونسلوں اور یونین کمیٹیوں کو منتخب کرتے، یہ منتخب اراکین بنیادی جمہوریت کے اراکین کہلاتے۔ یہ انتخابی کالج کے رکن تھے۔ انتخابی کالج سے صدر قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے اراکین کو منتخب کیا جاتا تھا۔

### رکنیت کے قواعد:

ایک فرد ایک ہی نشست پر انتخاب لڑ سکتا تھا۔ کوئی فرد بیک وقت قومی اور صوبائی اسمبلی کا رکن نہیں رہ سکتا۔

کوئی رکن تیس دن تک مسلسل غیر حاضر رہتا تو اس کی رکنیت ختم ہو جاتی۔

اگر کسی رکن کی اہلیت کے متعلق شکایت ہوتی تو سپیکر ایک ریفرنس کے ذریعے الیکشن کمیشن سے فیصلہ طلب کر سکتا تھا۔ کمیشن فیصلے میں نااہل قرار دے سکتا تھا۔

### اجلاس:

قومی اسمبلی کے سال میں کم از کم دو اجلاس ضرور ہوتے۔ درمیانی وقفہ 180 دن سے زیادہ نہیں ہو سکتا تھا۔

ایک اجلاس ڈھاکہ میں ہونا ضروری تھا۔ وزراء اور اٹارنی جنرل اجلاسوں میں شریک ہو سکتے تھے لیکن ووٹ نہیں دے سکتے تھے۔

اجلاس بلانے اور ملتوی کرنے کا اختیار صدر مملکت کو تھا۔ سپیکر بھی قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کر سکتا تھا۔

اگر سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کے عہدے خالی ہوں تو سپریم کورٹ کا چیف جسٹس اجلاس طلب کر سکتا تھا۔ اجلاس کے فیصلے کثرت رائے سے ہوتے تھے لیکن دو تہائی اکثریت کی شرط صدر کی برطرفی' آئین کی ترمیم اور صدر کے مسترد کردہ مسودے کی دوبارہ منظوری کے لئے ضروری تھی۔

قومی اسمبلی اپنے طریقہ کار خود طے کرتی تھی' کسی عدالت میں اسے سوال نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کورم 40 تھا' اگر کوئی رکن منتخب ہونے کے بعد 90 دن کے اندر حلف نہ اُٹھاتا تو نشست خالی ہو جاتی۔

## سپیکر اور ڈپٹی سپیکر:

قومی اسمبلی کے ارکان میں سے ایک سپیکر اور دو ڈپٹی سپیکر کا انتخاب ایوان کے ارکان کرتے تھے۔ انہیں عام اکثریت سے برطرف نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اگر کسی وجہ سے قومی اسمبلی برخاست ہو جائے تو سپیکر کا عہدہ قائم رہتا تھا تاوقتیکہ اگلی قومی اسمبلی کے انتخاب کے بعد پہلا اجلاس ہو جائے۔

سپیکر کو تمام روایتی اختیارات حاصل تھے۔ وہ صدر کی غیر حاضری میں قائم مقام صدر ہوتا' ایوان کی صدارت کرتا اور نظم وضبط قائم رکھتا' دستوری تنازعات کا تصفیہ کرتا۔

کاسٹنگ ووٹ دے سکتا تھا۔ تحریکات اور سوالات اس کے ذریعے پیش کئے جاتے۔

اجلاس کو طلب کر سکتا اور ملتوی کر سکتا تھا۔

اگر سپیکر محسوس کرتا کہ کسی رکن نے ایوان کے وقار کو مجروح کیا ہے تو اس کے خلاف انکوائری کے لئے سپریم کورٹ سے رجوع کر سکتا تھا اور صوبائی اسمبلی میں صوبائی ہائی کورٹ کے جج سے انکوائری کرائی جا سکتی تھی۔

## میعاد:

قومی اسمبلی کی میعاد پانچ سال تھی۔ صدر قومی اسمبلی کو برخاست بھی کر سکتا تھا لیکن شرط یہ تھی کہ اسمبلی کے ٹوٹنے کے ساتھ عہدۂ صدارت بھی خالی ہو جائے گا اور قومی اسمبلی اور صدر کا انتخاب دوبارہ ہوگا۔

## صدر اور قومی اسمبلی:

صدر قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کر سکتا تھا اور ملتوی کر سکتا تھا۔ صدر قومی اسمبلی کو پیغام بھیج سکتا تھا۔



صدر قومی اسمبلی کی منظور کردہ مسودات کی منظوری دیتا۔ وہ مسودے کو منظور کر لیتا یا رد کر دیتا۔ اگر قومی اسمبلی دو تہائی اکثریت سے دوبارہ منظوری دے دیتی تو صدر کو اختیار تھا کہ وہ مسودے کو ریفرنڈم کے لئے بھیج دے۔ اگر اکثریت مسودے کی حمایت کرے تو وہ قانون بن جاتا تھا۔

## مراعات:

1962ء کے دستور میں قومی اسمبلی کے ارکان کو وہ سب مراعات حاصل تھیں جو 1956ء کے دستور میں دی گئی تھیں۔

## اختیارات:

قومی اسمبلی ایک ایوانی تھی اور اسے بڑے وسیع اختیارات حاصل تھے اگرچہ ملک میں صدارتی نظام تھا لیکن وزراء کو ایوان کے اجلاس میں شریک ہونے کی اجازت تھی اور قومی اسمبلی کے اراکین کو ان سے سوالات پوچھنے کا حق بھی حاصل تھا۔

## قانون سازی:

1962ء کے دستور کے تیسرے شیڈول میں مرکز کے 49 شعبوں کی فہرست دی گئی ہے قومی اسمبلی ان پر قانون بنا سکتی تھی۔

ملک کے مفاد میں مختلف علاقوں میں یکسانیت پیدا کرنے کے لئے قانون بنانے کی اجازت تھی۔ صوبائی اسمبلیاں اگر ایک قرارداد کے ذریعے قومی اسمبلی سے درخواست کرتیں تو اس صوبائی معاملے پر بھی قانون سازی کر سکتی تھی۔

وہ ڈھاکا اور اسلام آباد کے وفاقی علاقوں کے لئے بھی قانون بنا سکتی تھی۔

## مالیات:

وزیر خزانہ صدر کے نمائندے کی حیثیت سے ہر سال قومی اسمبلی میں بجٹ پیش کرتا تھا۔ انتظامیہ کو کوئی نیا محصول عائد کرنے اور محصولات سے حاصل ہونے والی رقم کو قومی اسمبلی کی منظوری کے بغیر خرچ کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ قومی اسمبلی قومی مالیات کی محافظ تھی۔

- سالانہ بجٹ ضمنی بجٹ اور ترقیاتی منصوبے سب منصوبوں کے تخمینے اسمبلی کے سامنے لائے جاتے تھے۔ سالانہ بجٹ دو حصوں پر مشتمل ہوتا تھا۔

## مجتمع فنڈ:

اس فنڈ کے تحت خرچ ہونے والے اخراجات کے بارے میں قومی اسمبلی کو صرف آگاہ کیا جاتا تھا' وہ ان پر ووٹنگ کر سکتی تھی۔ اس فنڈ سے ان عہدے داروں کی تنخواہیں دی جاتی تھیں: صدر' سپیکر' ڈپٹی سپیکر' وزراء' قومی اسمبلی کے اراکین' الیکشن کمشنر' سپریم کورٹ کے جو

پارلیمانی سیکرٹری وغیرہ

### جاری اخراجات:

یہ وہ اخراجات تھے جن کے لئے قومی اسمبلی سے ہر سال منظوری لی جاتی تھی۔ اس میں کٹوتی اور ردوبدل کا اسمبلی کو اختیار تھا۔

### آرڈیننس:

صدر جو آرڈیننس نافذ کرتے وہ عارضی قانون کو قومی اسمبلی کے سامنے پیش کیا جاتا تھا۔ اگر وہ چاہتی تو آرڈیننس کو مکمل قانون کا درجہ دے سکتی تھی' وہ اسے مسترد بھی کر سکتی تھی۔

### صدر کا مواخذہ:

قومی اسمبلی کو صدر کا مواخذہ کرنے کا اختیار بھی حاصل تھا۔ 1/3 ارکان اسمبلی کے دستخطوں سے سپیکر کو نوٹس دیا جا سکتا تھا۔ نوٹس کے 14 دن کے بعد اور 30 دن سے پہلے قومی اسمبلی کے اجلاس میں اس پر غور ہوتا تھا۔ صدر خود یا وکیل کے ذریعے الزامات کی صفائی پیش کر سکتے تھے۔ اگر 3/4 ارکان صدر کے خلاف ووٹ دے دیتے تو وہ سبکدوش ہو جاتے۔

اگر آدھے سے کم ارکان صدر کی مخالفت کا اظہار کرتے تو وہ 1/3 ارکان اسمبلی جنہوں نے صدر کے خلاف مواخذہ کی قرارداد پیش کی تھی' وہ اسمبلی سے برطرف ہو جاتے۔

### دستور میں ترمیم:

قومی اسمبلی کے ارکان کی کل تعداد کا دو تہائی اگر دستور میں کسی ترمیم کی تجویز منظور کر لیتے تو صدر کے دستخطوں سے ترمیم دستور کا حصہ بن جاتی۔ اگر صدر ترمیم کو مسترد کر دیتا تو اسے پھر صدر کے سامنے پیش کیا جاتا۔ اب بھی اگر صدر ریفرنڈم کے لئے اسے بنیادی جمہوریت کے اراکین کو پھر دیا جائے تو رائے لی جاتی۔ اگر ریفرنڈم میں اکثریت ترمیم کے حق میں ہوتی تو یہ صدر کی منظوری کے بغیر دستور کا حصہ بن جاتی تھی۔

### ہنگامی اختیارات:

اگر دستور کے مطابق صدر محسوس کرے کہ ملک میں یا ملک کے کسی حصے میں ہنگامی حالت پیدا ہو گئی ہے اور عام قانون کام نہیں کر رہا تو صدر ہنگامی حالت کا اعلان کر سکتا تھا۔ ہنگامی حالات کی وجوہات عام طور پر غیر ملکی حملہ' داخلی بحران یا معاشی بدحالی ہوتا تھا۔

اگر کسی صوبے میں حالات بگڑ جاتے تو صدر صوبے میں بھی ہنگامی حالات نافذ کر سکتا تھا۔ صدر کے لئے ضروری تھا کہ قومی اسمبلی کی منظوری سے ہنگامی حالت کو جاری رکھے۔



### انتظامیہ پر کنٹرول:

قومی اسمبلی صدر کا مواخذہ کر سکتی تھی۔ وزیروں کے لئے شرط تھی کہ اسمبلی کے ممبران کے سوالات کا جواب دیں۔ ہر اجلاس کا پہلا ایک گھنٹہ سوالات کے لئے وقف تھا۔ ہر رکن پانچ پانچ سوالات پوچھ سکتا تھا۔ یہ طریقہ کار صدارتی طرز حکومت میں نہیں ہے' یہ پارلیمانی طرز حکومت سے لیا ہوا طریقہ ہے۔

تحریک التواء' تحریک تخفیف اور تحریک استحقاق پیش کرنے کی اراکین کو اجازت تھی۔

**سوال 5: ذوالفقار علی بھٹو حکومت کی ''اصلاحات'' کا جائزہ لیجئے۔**

جواب: ویسے تو جناب ذوالفقار علی بھٹو نے بہت سے ایسے کام کئے جنہیں پاکستان کی تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا جائے گا' ذیل میں چند اہم کارناموں کا ذکر کیا جا رہا ہے:

### 1- بھارت سے قیدیوں کی واپسی:

ذوالفقار علی بھٹو نے پاک بھارت جنگ 1971ء کے بعد شملہ معاہدہ اور دہلی معاہدہ کے تحت 95 ہزار جنگی قیدیوں کو بھارت کی قید سے چھڑوانے کے ساتھ ساتھ وہ علاقے جو بھارت کے قبضے میں تھے' ان کو بھی واگزار کروا لیا تھا اور یہ سب کچھ تب ہی ممکن ہو سکا جب انہوں نے بھارت کی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی کے ساتھ اپنی ایک خفیہ ملاقات میں فیصلے کئے۔ بھٹو صاحب نے اندرا گاندھی کو اپنے دلائل سے کس طرح منایا' ان دلائل کا انکشاف نہیں ہوا بہرحال اس کے نتائج ہی ان کی خارجہ پالیسی پر روشنی ڈالتے ہیں۔

### 2- نیوکلیئر ری پروسیسنگ پلانٹ:

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے فرانس کے ساتھ نیوکلیئر ری پروسیسنگ پلانٹ کا معاہدہ کیا جس نے پاکستانی افواج کو نفسیاتی طور پر بے حد حوصلہ فراہم کیا اور انہوں نے پوری حوصلہ مندی کے ساتھ اپنی دفاعی قوتوں اور جذبات کو جلا بخشی کیونکہ ہماری افواج کو بھارت کے خلاف یہ اُمید بندھ گئی کہ ہم بھارت کے ساتھ ہر معاملہ میں برابری کی سطح پر نپٹ سکتے ہیں۔ اس معاہدہ کے بارے میں بھٹو خود کہتے ہیں:

> ''یہی وہ معاہدہ ہے جس نے امریکہ کو ناراض کیا۔ وہ تیسری دنیا کے اس چھوٹے سے اسلامی ملک کو کسی طور پر طاقتور نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ پاکستان کو امداد دیتا تھا اور پھر اپنی مرضی کی حکومتیں بنواتا تھا۔ کبھی فوجی' کبھی نیم فوجی اور اس کی مرضی کے بغیر پاکستان میں آج تک کوئی بڑی تبدیلی نہ ہوئی تھی۔''

بھٹو صاحب کا مندرجہ بالا بیان ہمارے ملک کی کسمپرسی کی حالت کا آئینہ ہے۔ اس کے

پس پردہ ان کی وہ ملاقات ہے جو انہوں نے امریکہ کے وزیر خارجہ سے اس وقت پاکستان آنے سے پہلے کی جب ان کو یو۔ این۔ او سے واپس بلایا گیا تھا کہ وہ واپس آ کر حکومت کی باگ ڈور سنبھالیں۔

قارئین! ہمارا ملک آزاد تو ضرور ہے لیکن اپنی بے شمار کمزوریوں کی وجہ سے سپر پاورز کے چنگل میں ایسا جکڑا ہوا ہے کہ اس پر یہ مصرعہ صادق آتا ہے:

آزاد ہو کر اور بھی پابند ہو گئے

آزاد قومیں اپنے ملک کے ہر امر میں خواہ اس کا تعلق امن سے ہو یا جنگ سے' اس کا فیصلہ وہ خود کرتی ہیں لیکن ہمارا ملک تو اپنے ابتدائے قیام سے اپنی کمزوریوں کی بناء پر ان سپر پاورز کی ہر قسم کی زنجیروں میں جکڑتا چلا گیا۔

بھٹو صاحب کے خلاف ان کی حکومت کو ختم کرنے میں بیرونی طاقتیں اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ جب تک ہمارے ملک کے اندر سے کوئی شخصیتیں ایسی نہ ہوں جن کے ذریعے ان کی حکومتوں کو مختلف اوقات میں ختم کیا گیا۔ ''اسلامی بم'' کا پروپیگنڈا اپنی مہمات کا ایک شاخسانہ ہے۔

## 3- 1973ء کا آئین:

بھٹو صاحب کی ایک اہم کامیابی 1973ء کا آئین ہے جس پر ملک کی تمام سیاسی جماعتوں کی نمائندہ نے یکے بعد دیگرے دستخط کئے تھے اور قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر اس کی منظوری دی تھی۔ اس آئین کے تحت چاروں صوبوں کو مکمل خودمختاری دی گئی تھی' بنیادی حقوق کا تحفظ فراہم کیا گیا تھا' عدلیہ کی آزادی کو تسلیم کیا گیا تھا اور سب سے بڑھ کر تمام قوانین کو اسلام کے دائرہ کار میں لانے کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل کا قیام تھا جس کو یہ کام سپرد کیا گیا کہ وہ ایسے قانون کو جو اسلام سے متصادم ہو' اس کے متعلق کارروائی کر کے مقررہ وقت میں رپورٹ پیش کرے۔

## 4- کراچی سٹیل مل:

کراچی میں روس کے تعاون سے سٹیل مل کا قیام پاکستان میں صنعتی میدان میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

## 5- مسلم ممالک میں یکجہتی کی کوششیں:

اسلامی ممالک کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کرنے کے لئے بھٹو نے نہایت اہم اور ضروری قدم اُٹھائے اور تیسری دنیا کو یکجا کرنے کے لئے انہوں نے طوفانی دورے بھی کئے لیکن صیہونی طاقتوں نے اس کوشش کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ اس ضمن میں جناب بھٹو صاحب نے 1977ء میں لاہور میں



اسلامی سربراہ کانفرنس منعقد کی جس میں تقریباً تمام اسلامی ملکوں کے سربراہوں نے شرکت کی لیکن اس ساری پیش رفت کو صحیح طور پر آگے نہ بڑھا سکے اور ان کے راستے میں بہت سی رکاوٹیں کھڑی کر دی گئیں اور وہ بہت سی مصیبتوں میں اُلجھ گئے۔ بھٹو بہت خود پسند تھا' خوددار بھی تھا' وہ جلد جلد آگے بڑھنا چاہتا تھا لیکن ناکام رہا۔

## 6- قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینا:

ذوالفقار علی بھٹو کا سب سے بڑا کارنامہ ان کا وہ شمار ہوتا ہے جو انہوں نے قادیانیوں (احمدیہ جماعت) کو غیر مسلم قرار دلوانے میں سرانجام دیا۔ ان کے سربراہ جماعت مرزا ناصر احمد کو قومی اسمبلی میں مدعو کر کے ان کے عقائد کو سنا اور ان سے وضاحتیں طلب کی گئیں اور کئی دنوں کی بحث و تمحیص کے بعد قومی اسمبلی کے اراکین نے متفقہ طور پر ان کو اور لاہوری پارٹی میں شامل لوگوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ گو علماء بڑی دیر سے اس بات کا مطالبہ کرتے رہے تھے لیکن ذوالفقار علی بھٹو نے تحریک کو سختی سے دبانے کی بجائے دستوری طور پر حل کر کے کارنامہ سرانجام دیا۔ قومی اسمبلی میں اس تمام کارروائی پر پندرہ سال کے لئے پابندی لگا دی گئی جو آج تک جاری ہے۔

درج بالا اہم کاموں کے علاوہ چین کے تعاون اور اشتراک سے قراقرم ہائی وے کی تعمیر سیاسی اور دفاعی لحاظ سے نہایت اہم پراجیکٹ تھا' جو مکمل ہوا۔ اسی طرح دیر اور چترال کے درمیان لواری پاس کے نیچے ایک سرنگ کی تعمیر کا کام شروع کیا گیا۔ اس سرنگ پر پانچ چھ سال کام ہوتا رہا لیکن جنرل ضیاء الحق نے اس پر کام بند کروا دیا اور بعد میں یہ منصوبہ مکمل ہوا۔ اسی طرح نیشنل ہائی وے پر بھی بہت زیادہ کام جناب ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں ہوا۔

---

**سوال 6: اپنے اسلامائزیشن کے ایجنڈا پر عمل کرتے ہوئے جنرل ضیاء الحق نے جو اہم اقدامات کئے ان کا تذکرہ کیجئے۔**

جواب: اس کے لئے سال 2011ء کا سوال 4 دیکھیں۔

---

**سوال 7: درج ذیل میں سے کسی دو پر مختصر نوٹ لکھیں:**

## (i) بنیادی جمہوریتوں کا نظام

بنیادی جمہوریتوں کے نظام کو سمجھنے کے لئے اس کے مثبت اور منفی پہلوؤں کو ہر طرز حکومت کے تناظر میں اچھی طرح سمجھنا اور دیکھنا چاہئے کہ جنرل محمد ایوب خان نے پارلیمانی نظام کو ایک طرف کر کے بنیادی جمہوریتوں کے نظام کو مارشل لاء کی چھتری تلے فروغ دینے کی کیوں کوشش کی۔ ایک بنیادی وجہ یہ قرار دی گئی کہ پارلیمانی نظام ہمیں برطانوی حکومت سے وراثت میں ملا تھا

جو کہ اس ملک کے عوام کے مزاج کے ساتھ ہرگز مطابقت نہیں رکھتا کیونکہ جن ممالک میں پارلیمانی نظام کسی حد تک کامیابی سے چل رہا ہے' اس کی کامیابی کا سب سے بڑا راز وہاں پر تعلیم یافتہ طبقے کا تناسب ہے لیکن جس ملک میں صرف 15 سے 20 فیصدی لوگ بمشکل تعلیم یافتہ ہوں' وہاں پر اس کی ناکامی ضروری ہے۔

جنرل محمد ایوب خان نے بحیثیت صدر مملکت کے یہ بات واضح کر دی:

"میں نے حکومت کا ایک ایسا طریقہ متعین کرنے کی کوشش کی ہے جو عوام کے مزاج کے موافق ہو اور اسلامی تعلیمات اور تاریخ اسلام سے بھی مطابقت رکھتا ہو۔

میں نے دیہی علاقوں میں ایک ایک گاؤں اور شہروں میں ایک ایک محلے کو لیا' یہی وہ سطح ہے جہاں لوگ براہ راست ایک دوسرے سے واقف ہو سکتے ہیں اور یہی وہ مقام ہیں جہاں پر حقیقی مسائل پائے جاتے ہیں۔ اس سطح پر لوگ یہ جان سکتے ہیں کہ وہ اپنی مدد اور رہبری اور خدمت کے لئے کن کن اشخاص پر بھروسا کر سکتے ہیں جس نظام حکومت کی خبریں اس حد تک پہنچتی ہوں' وہی بار آور ہو سکتا تھا۔"

جنرل ایوب خان کسی نئے نظام کی تلاش میں ہرگز نہیں تھا۔ وہ اس اسلامی نظام کو نئے لبادے میں ہمیں پیش کر رہا تھا جو عین اسلامی تعلیمات اور طرز پر متعین تھا۔ جو نظام خلافت کے دوران روبہ عمل تھا۔ اسلام ہمیں پانچوں وقت کی نمازیں مسجد میں باجماعت ادا کرنے کا حکم کیوں دیتا ہے؟ ہمیں ہر نماز جمعہ کے لئے ایک جامع مسجد میں پہنچ کر خطبہ سننے اور جمعہ کی نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم کیوں دیتا ہے؟ عیدین کے موقع پر سارے شہر کو ایک بڑی عیدگاہ میں اکٹھے ہو کر نماز ادا کرنے کی کیوں تلقین کرتا ہے؟ پھر سال میں ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ میں حج کی کیوں تلقین کرتا ہے؟ جہاں پر لاکھوں انسان دنیا کے کونے کونے سے آ کر فریضہ حج ادا کرتے ہیں۔ اس ساری تعلیم کے پیچھے ایک فلسفہ ہے جسے اوپر جنرل ایوب خان نے سیاسی طور پر بیان کیا ہے کہ "میں نے دیہی علاقوں میں ایک ایک گاؤں اور شہروں میں ایک ایک محلے کو لیا ہے' یہی سطح ہے جہاں لوگ براہ راست ایک دوسرے سے واقف ہو سکتے ہیں"

ہر محلے اور ہر گاؤں میں مساجد ہیں' اگر محلے کے سارے افراد پانچوں وقت کی نمازیں نہ سہی صرف تین وقت (فجر' مغرب اور عشاء) کی نمازیں ہی مسجدوں میں باجماعت پڑھیں تو چند دنوں میں سب لوگ ایک دوسرے کو اچھی طرح جاننا شروع کر دیں گے۔ پھر سال میں کم از کم پچاس بار جمعہ کی نماز ہر ایک دوسرے کے محلہ والوں کو جاننا شروع کر دیں گے اور یہی سلسلہ نماز عیدین کے موقع پر دو دفعہ دوہرایا جائے گا اور پھر حج کے مبارک موقع پر سال میں ایک دفعہ ایک



دوسرے کو ملنے کا موقع اس بات میں ممد و معاون ثابت ہو سکتا ہے اور ایک دوسرے کے مسائل سے نہ صرف واقفیت بلکہ ان مسائل کے حل تلاش کرنے میں بین الاقوامی سطح پر مدد مل سکتی ہے۔

بنیادی جمہوریتوں کا نظام انہی خیالات اور فلسفہ کی روشنی میں وضع کیا گیا تھا لیکن افسوس کہ بعدازاں اس کا ناجائز فائدہ اُٹھایا گیا۔ جب کسی چیز کا ناجائز فائدہ اُٹھایا جائے تو وہ ہمیشہ ناکام ہو جاتی ہے۔ خواہ وہ اسلامی تقاضا ہی کیوں نہ ہو۔

اگر تمام مسلمان جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا' مساجد میں پانچ وقتوں نہ سہی جتنے وقتوں کی نمازیں ہو سکیں' باجماعت پڑھنا شروع کر دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم محلہ والے ایک دوسرے کو اچھی طرح جاننا شروع نہ کر دیں۔ ایک دوسرے کے تعلیمی کوائف' ایک دوسرے کا کردار اور تجربات زندگی' ایک دوسرے کے اخلاق' حب الوطنی' تعاون کی روح' ایک دوسرے کے کام کرنے کی خواہش اور پھر سب سے بڑھ کر لیاقت' عقل و خرد' معاملہ فہمی جیسے اوصاف کا علم ہو سکتا ہے اور ایسا شخص خود بخود "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" آگے آ جاتا ہے اور اس کو محلہ کا نمائندہ بنانا سارے محلے کے افراد کے لئے ایک آسان کام ہے۔ پھر ایک دوسرے کے محلوں میں ایسے اشخاص کے نام چند جمعہ کی نمازیں ادا کرنے کے بعد زبان زد عام ہو جاتے ہیں۔ ان اشخاص میں ایسے افراد کا چناؤ نہایت آسان ہو سکتا ہے جب ہم کسی ایک یا دو میں لیڈرشپ کے اوصاف دیکھ سکتے ہیں اور ان کی ایمانداری پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ اسی بناء پر اور انہی بنیادی اصولوں پر مبنی بنیادی جمہوری نظام کی تشکیل کی گئی۔

## نظام کے بنیادی اصول:

1- بنیادی جمہوریت کے ادارے انتہائی براہ راست طریقے سے اپنے اپنے علاقے سے چنے ہوئے نمائندوں پر مشتمل ہوں۔

2- ان اداروں کو قلب (Heart) کی حیثیت حاصل ہو جہاں ترقی اور تمام مقامی مسائل کا گہرا مطالعہ کیا جائے اور ان کا حل تلاش کیا جائے اور ان پر پورا عمل کیا جائے۔

3- یہ ادارے رفتہ رفتہ سرکاری کارکنوں کو اپنے اندر جذب کر لیں اور عوامی جماعتوں کی حیثیت سے کام شروع کر دیں۔

4- یہ ادارے لوگوں میں توانائی اور ولولہ پیدا کریں اور ان اخلاقی اور ذہنی قوتوں کو بیدار کریں جو ملک میں باعمل اور پُرخلوص رہنمائی کی روایات کو پروان چڑھانے کے لئے لازمی ہیں۔

بنیادی جمہوریت کا ڈھانچہ

تعداد=16

ضلع ایجنسی کونسل

تعداد = 79

تحصیل/تھانہ کونسلیں، بلدیہ کمیٹیاں اور کنٹونمنٹ بورڈ تعداد = 734

تعداد 8,863 یونین کونسلیں/کمیٹیاں اور قصبہ کمیٹیاں

بی ڈی ممبرز کی وارڈ کمیٹیاں تعداد = 80,000

رائے دہندگان ووٹ کا حق دار مجموعی بالغ آبادی

اوپر دیئے گئے ڈھانچے سے بنیادی جمہوریت کے عملی نظام کا پتہ چلتا ہے کہ عوام کے براہ راست ووٹوں سے منتخب ہونے والے ادارے بنیادی طور پر یونین کونسل، یونین کمیٹیاں اور ٹاؤن کمیٹیاں تھے۔ دیہاتی علاقوں میں یونین کونسل اور قصبوں اور شہروں میں ٹاؤن کمیٹیاں اور یونین کمیٹیاں بنیادی یونٹ تھے۔

اب اگر انتخاب کے طریقہ کار کا جائزہ لیں تو ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ان بنیادی یونٹوں سے منتخب ہونے والے افراد وہی ہو سکتے ہیں جنہیں دیہاتوں، قصبوں یا شہروں میں اچھی طرح جانتے تھے اور جن میں عوامی نمائندگی کے خواص پائے جاتے تھے۔ علاوہ ازیں ترقی پذیر ممالک کے لئے ویسے بھی ضروری ہے کہ وہ نچلی سطح پر عوامی مسائل اور مشکلات کا تدارک کر سکیں یا کروا سکیں۔ اس بارے میں مسٹر احمد لکھتے ہیں:

**"Developing countries face the dual need for development from above and development from below so that the process of development helps the nation to gain in health and strength economically, socially and culturally."**

## 1- یونین کونسل/ ٹاؤن کمیٹی:

ہر یونین کونسل یا ٹاؤن کمیٹی پانچ ہزار سے لے کر دس ہزار افراد کی آبادی پر مشتمل تھی اور ان میں رہائش پذیر ایک ہزار افراد اپنا ایک نمائندہ منتخب کر سکتے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک یونین کونسل یا ٹاؤن کمیٹی میں زیادہ سے زیادہ دس اور کم سے کم پانچ منتخب شدہ ارکان یونین کونسل یا ٹاؤن کمیٹی کی تشکیل کرتے تھے اور یونین کو مختلف وارڈوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا جہاں تک ان وارڈوں میں ووٹروں کا تعلق تھا، ہر وارڈ میں ایک رجسٹر رکھنا پڑتا تھا جس میں ان وارڈز کے تمام ووٹروں کے نام اور ضروری کوائف درج ہوتے تھے۔ یونین کونسل کے اراکین اپنے میں سے ہی کسی ایک کو کثرت رائے سے اپنا چیئرمین منتخب کرتے تھے۔ یونین کے مندرجہ ذیل فرائض ہوتے تھے:

1- سماجی فرائض: راستے اور گلیاں بنانا، ان کو صاف رکھنا، درخت لگانا، کھیل کے میدانوں کا انتظام کرنا، روشنی کا انتظام، پیدائش اور اموات کا ریکارڈ رکھنا، ابتدائی طبی امداد کا انتظام،



قبرستانوں کا انتظام اور ان کی دیکھ بھال کرنا۔

2- پولیس کے فرائض: یونین میں دیہی پولیس کا رُکن چوکیداری کرتا تھا۔ اگر یونین میں کوئی ہنگامہ، بلوہ یا چوری ہوتی تو قریبی تھانہ کو جلد از جلد اطلاع دینا، متعدی امراض کے پھوٹنے پر متعلقہ حکام کو اطلاع دینا۔ اگر یونین میں کوئی نہر بہہ رہی ہو تو اس کے بند کے ٹوٹ جانے پر متعلقہ افسران کو اطلاع دینا۔ اسی طرح چیئرمین یونین کونسل کو اس کے فرائض کی سرانجام دہی میں مدد دینا۔

3- اجتماعی فرائض: پولیس کی مدد کرنا، حکومتی اعلانات کو لوگوں تک پہنچانا، سرکاری مالیہ اور لگان کی وصولی میں متعلقہ حکام کی مدد کرنا، زکوٰۃ اکٹھی کرنا، خاندانی منصوبہ بندی کے متعلق سرکاری شعبوں کی مدد کرنا جو یونین کونسلیں ہمسایہ ممالک کے ساتھ مشترکہ حدود پر واقع ہیں، ان پر ضلع کے ڈپٹی کمشنر کی ہدایات پر ضروری دفاعی کاموں کو سرانجام دینے کے لئے یونین کونسل کے باشندوں کی مدد حاصل کرنا۔ شادی بیاہ اور لڑکے کی پیدائش پر ٹیکس وصول کرنا، اسی طرح چولہا ٹیکس لاگو کر کے اسے وصول کرنا۔

4- یونین کونسل کے انتخابات: یونین کونسل (ٹاؤن کمیٹی) کے رکن منتخب ہونے کے لئے مندرجہ ذیل شرائط عائد کی گئی تھیں:

i- پاکستان کا شہری ہو۔
ii- متعلقہ یونین کونسل میں کم از کم 6 ماہ سے رہائش پذیر ہو۔
iii- امیدوار کی عمر 25 سال سے کم نہ ہو۔
iv- ایسا شخص جو دماغی لحاظ سے درست نہ ہو، نارل گردانا جاتا تھا۔
v- ایسا شخص جو کسی رشوت، جرم یا بددیانتی میں ملوث گردانا گیا ہو، نااہل قرار دیا جاتا تھا۔

## 2- تحصیل کونسل/ تھانہ کونسل:

مغربی پاکستان میں ہر تحصیل کے لئے ایک تحصیل کونسل اور مشرقی پاکستان میں ہر تھانے کے لئے ایک تھانہ کونسل کی تشکیل کی گئی۔ یہ کونسل اس لحاظ سے مفید تھی کہ یہ یونین کونسل اور ڈسٹرکٹ (ضلعی) کونسل کے درمیان رابطہ کا کام کرتی تھی۔ ہر تحصیل میں جتنی یونین کونسلیں یا ٹاؤن کمیٹیاں تھیں، ان کے منتخب شدہ چیئرمین تحصیل کونسل کے اراکین تھے۔ جہاں تک اس کے چیئرمین کا تعلق تھا تحصیل کا ایس-ڈی-ایم (سب ڈویژنل مجسٹریٹ) ہوتا ہے۔ بالفرض کسی تحصیل میں ایس-ڈی-ایم کا عہدہ نہ ہو تو اس تحصیل کا تحصیل دار چیئرمین ہوتا تھا۔

اسی طرح مشرقی پاکستان میں تھانہ کونسل کا قیام تھا۔ اس کا چیئرمین سب ڈویژنل آفیسر یا سرکل آفیسر چیئرمین ہوتا تھا۔ تحصیل کونسل/ تھانہ کونسل کے فرائض جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، یہ

یونین کونسل اور ضلعی کونسل کے مابین رابطہ کا کام کرتی تھیں۔ علاوہ ازیں وہ کام جو ضلعی کونسل ان یونین کونسلوں کی حدود میں کرانا چاہتی تھیں' وہ یونین کونسل کے کاموں کو منظم کریں اور پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ہر ممکنہ رکاوٹ کو دور کریں۔ پھر تحصیل کونسل یا تھانہ کونسل ضلعی کونسل کی جاری کردہ ہدایات پر خود بھی اور متعلقہ یونین کونسلوں اور ٹاؤن کمیٹیوں سے اس پر عمل کروائیں۔ اسی طرح ان کاموں کی تعمیل کے سلسلے میں ضلعی کونسل کے سامنے جوابدہ تھی لہٰذا ان تمام باتوں کے لئے ضروری تھا کہ یہ کونسلیں اپنے تحت یونین کونسلوں اور ٹاؤن کمیٹیوں کے ساتھ اچھی طرح رابطہ رکھیں تاکہ ہر معاملے سے ان کو پراگریس کا علم ہو اور آپس میں کسی قسم کا تضاد نہ پایا جائے۔

## (ii) یحییٰ خان کا ایل۔ایف۔او

### لیگل فریم ورک آرڈر:

یحییٰ خان نے 25 مارچ 1969ء کو مارشل لاء نافذ کیا تھا۔ یکم جنوری 1970ء کو حکومت نے سیاسی سرگرمیاں بحال کر دیں' یحییٰ خان نے کچھ فیصلے کئے' ان میں سے یہ تھا کہ:

1- مغربی پاکستان کا ون یونٹ توڑ دیا گیا اور صوبے بحال کر دیئے گئے۔

2- پیریٹی کا اصول ختم کر دیا گیا اور آبادی کی بنیاد پر نشستیں دی گئیں۔

لیگل فریم ورک آرڈر میں قومی اسمبلی کی 300 نشستیں رکھی گئیں۔ 13 خواتین کے لئے علیحدہ تھیں۔ ان میں سے 162 مشرقی پاکستان کی آبادی کی بنیاد پر رکھی گئی تھیں۔

صوبائی اسمبلیوں کی تشکیل اس طرح کی گئی:

| | |
|---|---|
| مشرقی پاکستان | 310 نشستیں |
| پنجاب | 186 نشستیں |
| سندھ | 62 نشستیں |
| سرحد | 42 نشستیں |
| بلوچستان | 21 نشستیں |

انتخابات کے لئے رکنیت' استعفیٰ' برطرفی' حلف وفاداری' مراعات یہ سب قاعدے پرانے ہی تھے۔

### دستور کے بنیادی اصول:

1- دستور اسلامی ہوگا۔

2- وفاقی جمہوریہ ہوگا۔



3- ملک کا سربراہ مسلمان ہوگا۔

4- جمہوری اصولوں کے لئے آزادانہ انتخابات وقفوں سے کروائے جائیں گے۔

5- عوام کی بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے گی۔

6- عدلیہ آزاد ہوگی۔

7- صوبائی خودمختاری ہوگی۔

8- ایک خاص عرصہ میں معاشی ناہمواریاں دور کر دی جائیں گی۔

### رہنما اصول:-

اسلام اور قرآن کی تعلیمات کے مطابق سہولتیں دی جائیں گی۔ اسلامی طرز زندگی کا فریم ہوگا اور اسلامی اخلاق اپنایا جائے گا۔ جب تک دستور مکمل نہیں ہوگا' دستور ساز اسمبلی اور کوئی قانون نہیں بنائے گی۔ لیگل فریم ورک آرڈر کے حکم کو عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔

### ماحصل:

لیگل فریم ورک آرڈر کے تحت اسمبلی مقتدر نہیں تھی۔ صدر مملکت کی منظوری ضروری تھی۔ مستقبل کے دستور پر فوجی حکومت نے کنٹرول مضبوط رکھا۔ لیگل فریم ورک آرڈر میں درج تھا:

"120 دن میں اگر دستور مکمل نہ ہوا تو اسمبلی منسوخ ہو جائے گی۔"

یحییٰ خان نے اختیار اپنے ہاتھ میں رکھا' سیاست دان پھر بھی تعاون پر تیار ہو گئے۔

### ون یونٹ:

ون یونٹ بنانے کا فیصلہ 1955ء میں ہوا تھا اور 1957ء کی یونٹ کی اسمبلی نے صوبوں کو بحال کرنے کے سلسلے میں قرارداد منظور کی تھی۔ اگر ایوب خان کا مارشل لاء نہ آتا تو ون یونٹ ٹوٹ چکا ہوتا۔

ایوب خان نے ون یونٹ توڑنے سے انکار کر دیا۔ یحییٰ خان نے یکم جولائی 1970ء کو صوبے بحال کر دیئے اور ساتھ ہی دیر' سوات اور چترال کی ریاستوں کو صوبوں میں مدغم کر دیا۔

### ایک فرد ایک ووٹ:

1970 کے انتخابات کے لئے ایک فرد ایک ووٹ کا اصول اپنایا گیا۔ دونوں صوبوں کے درمیان پیریٹی کا اصول ختم کر دیا گیا۔ اب مشرقی پاکستان کو واضح برتری حاصل ہوگئی۔ 313 کل نشستوں میں سے اسے 169 مل گئیں۔

جب قومی اسمبلی میں نشستیں آبادی کی بنیاد پر دی تھیں تو مقننہ کے دو ایوان بنانے چاہئے تھے تاکہ توازن پیدا ہو۔ عدم توازن ہوا ہی اس لئے کہ ایوان ایک تھا۔

## انتخابات:

انتخابات سے پہلے مشرقی پاکستان میں زبردست طوفان آیا تو انتخابات اکتوبر سے جنوری تک ملتوی کر دیئے گئے۔ مجیب الرحمٰن نے سخت احتجاج کیا' طوفان کے بعد سخت تباہی پھیلی۔ مغربی پاکستان کا کوئی لیڈر سیلاب میں بنگالیوں کی مدد کرنے نہ گیا۔

مجیب الرحمٰن کو موقع ہاتھ آ گیا' علیحدگی کے جراثیم پھوٹ پڑے' نیم فوجی تنظیمیں بنائی گئیں۔ بھارت سازشوں میں شریک تھا' علیحدگی پسندی کی بھی پیٹھ ٹھونکی جا رہی تھی۔

مولانا بھاشانی اور پاکستان نیشنل کانگرس کے عطاء الرحمٰن نے اعلان کیا کہ وہ امدادی سرگرمیوں میں لگے ہوئے ہیں اس لئے انتخابات میں شریک نہیں ہوں گے تو عوامی لیگ کو میدان ہاتھ آ گیا۔ مغربی پاکستان میں کنونشن لیگ' نیپ' کونسل لیگ' قیوم لیگ' جمیعت العلمائے اسلام اور جمیعت العلمائے پاکستان میدان میں تھیں۔

• یحییٰ خان نے انتخابات کا اعلان کیا تو مختلف لیڈروں نے اس کی تعریف کی اور ون یونٹ کے توڑنے کو بھی سراہا۔

## چھ نکات:

ایوب خان کے خلاف تحریکوں میں مجیب الرحمٰن نے چھ نکات پیش کر دیئے تھے' وہی اس نے انتخابات میں رکھے:

1- وفاقی حکومت ہو' پارلیمانی ہو اور بالغ رائے دہندگی ہو۔
2- وفاقی حکومت کے پاس دفاع اور خارجہ ہو' باقی تمام شعبے صوبوں کو دیئے جائیں۔
3- دو صوبوں میں دو کرسیاں ہوں جو آسانی سے بدلی جا سکیں۔
4- ٹیکس اور ریونیو صوبوں کے ہاتھ میں ہوں۔
5- زرمبادلہ کا حساب صوبوں میں علیحدہ علیحدہ رکھا جائے۔
6- مشرقی پاکستان میں ملیشیا یا ملٹری فوج قائم کی جائے۔

## انتخابی مہم:

1970ء میں انتخابی مہم چلی' شیخ مجیب نے چھ نکات کی خوب تشہیر کی۔ نورالامین صاحب نے کہا کہ انتخابات دستور سازی کے لئے کرائے جا رہے ہیں تاکہ بنیادی حقوق ملیں۔ پیپلز پارٹی نے کہا کہ اسلام ہمارا مذہب ہے' جمہوریت سیاست ہے' سوشلزم ہماری معیشت ہے اور طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں۔

جماعت اسلامی اسلامی نظام چاہتی تھی۔ بھاشانی اور پروفیسر مظفر نے عوامی لیگ کی حمایت



کی۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر پندرہ سیاسی پارٹیوں کے رہنماؤں نے خطاب کیا۔ 22 جماعتوں نے الیکشن میں حصہ لیا' 12 جماعتوں کو ایک بھی نشست نہ ملی' بڑے بڑے سیاستدان الیکشن ہار گئے۔ عوامی لیگ مشرقی پاکستان سے زبردست کامیاب ہوئی اور پیپلز پارٹی کو مغربی پاکستان میں کامیابی ملی۔

مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی کو بڑی اکثریت حاصل ہوئی۔ مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ کو 169 نشستیں ملیں۔ مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی نے 138 میں سے 83 سیٹیں حاصل کیں۔ پیپلز پارٹی کو پنجاب اور سندھ میں کامیابی حاصل ہوئی۔ سرحد اور بلوچستان میں وہ نہ جیت سکی۔ پی۔ پی نے مشرقی پاکستان کی مہم میں کوئی حصہ نہ لیا' دونوں جماعتیں علاقائی نوعیت کی ہوئیں۔ انتخابات کے بعد یحییٰ خان نے قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کیا اور اجلاس ملتوی کر دیا۔

بنگال میں زبردست ہڑتال ہوئی۔ پی۔ پی اقتدار تو مانگتی تھی لیکن مجیب الرحمٰن کی اکثریت کے خلاف تھی۔

ادارے بنیادی طور پر یونین کونسل، یونین کمیٹیاں اور ٹاؤن کمیٹیاں تھے۔ دیہاتی علاقوں میں یونین کونسل اور قصبوں اور شہروں میں ٹاؤن کمیٹیاں اور یونین کمیٹیاں بنیادی یونٹ تھے۔

2- مسلم عائلی قوانین

ج: The term "Family Law" encompass all such laws, which relate to marriage, divorce, maintenance, custody of children. Currently the following Family Laws are in existence in Pakistan:

a. The Divorce Act, 1869 (IV of 1869)
b. Parsi Marriage and Divorce Act, 1936
c. Guardians and Wards Act (VIII of 1890)
d. The Child Marriage Restraint Act, 1929
e. Dissolution of Muslim Marriages Act, 1939
f. Muslim Family Laws Ordinance, 1961
g. Family Courts Act, 1964
h. Dowry and Bridal Gifts (Restriction) Act, 1976
i. West Pakistan Muslim Personal Law (Shariat) Application Act, 1962

3- شیخ مجیب الرحمٰن کے چھ نکات

ج: i- مشرقی اور مغربی پاکستان کی علیحدہ کرنسی۔
ii- مشرقی پاکستان کو آزادانہ تجارت کی آزادی ہو۔
iii- مرکزی حکومت کے پاس صرف دفاع اور خارجہ کے امور ہوں۔
iv- مشرقی پاکستان کو ایک الگ نیم فوج تشکیل دینے کی اجازت دی جائے۔
v- دونوں حصوں کے لئے علیحدہ علیحدہ مالیاتی پالیسی ہو۔
vi- ٹیکس نافذ کرنے کا اختیار صوبوں کو دیا جائے۔

4- بوگرہ فارمولا

ج: محمد علی بوگرا فارمولے میں مساوات کے اصول کے تحت دو ایوانی مقننہ متعارف کرائی گئی تھی جس کے تحت ایوان بالا میں تمام صوبوں کو نمائندگی کی بنیاد پر اور ایوان زیریں میں آبادی کے مطابق نمائندگی دی گئی تھی جس سے مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے درمیان برابری اور توازن پیدا ہوا اور ساتھ ہی بنگالی اور اُردو دونوں کو پاکستان کی قومی زبانوں کا درجہ دیا گیا۔

5- مشرف کے تحت لیگل فریم ورک آرڈر

# 2015

# پرچہ تیسرا: پاکستان میں آئینی و سیاسی ارتقاء

## حصہ معروضی

سوال 1: درج ذیل کے مختصر جوابات دیجئے:

1- بنیادی جمہوریتوں کا نظام

ج: بنیادی جمہوریت کے نظام میں عوام کے براہ راست ووٹوں سے منتخب ہونے والے

ج: The Legal Framework Order, 2002 was issued by Pakistani president Pervez Musharraf in August 2002. It provided for the general elections of 2002 and the revival of the 1973 Constitution of Pakistan, and added numerous amendments to the Constitution. The following month, the Supreme Court overruled Musharraf, ruling that the amendments would have to be ratified by Parliament in the manner provided in the unamended 1973 Constitution—the amendments would have to be approved by two-thirds of both houses of the bicameral body.

-6 سترہویں ترمیم

ج: The Constitution (17th Amendment) Act, 2003 was an amendment to the Constitution of Pakistan passed in December 2003, after over a year of political wrangling between supporters and opponents of Pakistani President Pervez Musharraf.

-7 سکندر مرزا کا انجام

ج: میجر جنرل سکندر مرزا 6 اکتوبر 1955ء سے 22 مارچ 1956ء تک پاکستان کے گورنر جنرل کے طور پر کام کرتے رہے۔ اسی دوران دستور پاکستان وضع ہوا تو 23 مارچ 1956ء کو پاکستان کو "اسلامی جمہوریہ" قرار دیا گیا۔ میجر جنرل سکندر مرزا نے 23 مارچ 1956ء کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے پہلے صدر کا حلف اٹھایا اور 27 اکتوبر 1958ء تک بطور صدر پاکستان اپنے عہدہ پر فائز رہے۔ صدر سکندر مرزا نے 7 اکتوبر 1958ء کو ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا اور بری فوج کے کمانڈر انچیف جنرل محمد ایوب خان کو ناظم مارشل لاء مقرر کر دیا۔ 27 اکتوبر 1958ء کو صدر سکندر مرزا مستعفی ہو گئے اور ان کی جگہ جنرل محمد ایوب خان نے صدارت کا عہدہ سنبھال لیا۔

-8 تحریک بحالی جمہوریت

ج: موومنٹ فار ریسٹوریشن فار ڈیموکریسی (پاکستان) یا "تحریک بحالی جمہوریت" پاکستان میں فوجی حکومت سے نجات کے لئے یہ تحریک چلی تھی۔

-9 یحییٰ خان کی معزولی

ج: بھارت نے 16 دسمبر 1971ء کو مشرقی پاکستان پر اپنا قبضہ کر لیا۔ بھارتی قبضہ کے خلاف



لوگوں نے یحییٰ خان کے خلاف مظاہرے شروع کر دیئے اور پُرزور مطالبہ کیا کہ وہ سربراہ مملکت کے عہدے سے استعفیٰ دے دیں چنانچہ 20 دسمبر 1971ء کو صدر پاکستان کے عہدے سے یحییٰ خان مستعفی ہو گئے اور عوامی مطالبہ پر حکومت نے جنوری 1972ء میں اسے نظر بند کر دیا۔ ستمبر 1977ء میں اس کو رہا کر دیا گیا اور 1980ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔

-10 قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ

ج: The National Finance Commission Award is a series of planned economic program enacted since 1951. As per Constitution, the program awards the designs of financial formulas of economic distribution to provincial and federal government for five consecutive years. All together, a total of seven awards has been reimbursed since its emergence in 1951, by Prime Minister Liaquat Ali Khan.

## حصہ موضوعی

**سوال 2:** قرارداد مقاصد کا تنقیدی جائزہ لیجئے نیز پاکستان کے آئینی عمل میں اس کی اہمیت بیان کیجئے۔

جواب: دیکھئے: سال 2012ء کا سوال 3

**سوال 3:** 58-1947ء کے دوران پاکستان میں پارلیمانی جمہوریت کی ناکامی کی کیا وجوہات تھیں؟ بیان کیجئے۔

جواب: دیکھئے: سال 2013ء کا سوال 3

**سوال 4:** 2002ء میں پاکستان کی سیاسی حکومت کی طرف سے پیش کردہ مقامی حکومت خوداختیاری کے تحت اختیارات کی نچلی سطح پر منتقلی کے منصوبے پر بحث کیجئے؟

جواب: جنرل پرویز مشرف 12 اکتوبر 1999ء کو ایک فوجی انقلاب (Coup-d,etat) کے ذریعے برسراقتدار آئے۔ انہوں نے اپنی حکومت کی ابتداء سیاسی کرپشن اور بدعنوانیوں کے خاتمے سے کی۔ 23 مارچ 2000ء کو جنرل مشرف نے قوم کو صاف ستھری انتظامیہ کی فراہمی' اختیارات کی نچلی سطح تک منتقلی، عوام کو سستا اور فوری انصاف فراہم کرنے کے لیے "ڈسٹرکٹ اینڈ لوکل

گورنمنٹ پلان'' کا اعلان کیا۔ اس منصوبے کے تحت تین سطحی ڈھانچہ ضلعی حکومت، تحصیل کونسل اور یونین کونسل قائم کیا جائے گا۔ انتخابی عمل مئی 2001ء تک مکمل کر لیا جائے گا اور 14 اگست 2001ء تک بلدیاتی ادارے کام کرنا شروع کر دیں گے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ منصوبہ قومی تعمیر نو بیورو (N.R.B.) نے گہرے سوچ و بچار کے بعد ترتیب دیا ہے۔

14 اگست 2000ء کو جنرل مشرف نے ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر قوم سے خطاب کرتے ہوئے منصوبے کی تفصیلات سے قوم کو آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ منصوبے کے تحت اختیارات یونین کونسل، تحصیل کونسل اور ضلع کونسل کو منتقل ہوں گے۔ نئے بلدیاتی انتخابات کے لیے عمر کی حد 18 سال ہو گی۔ کمشنر کا عہدہ نئے نظام کے تحت ختم کر دیا جائے گا جبکہ یونین کونسل، تحصیل اور ضلعی ناظم منتخبہ ہوں گے۔ جنرل مشرف نے کہا کہ میں پاکستان میں حقیقی جمہوریت بحال کرنا چاہتا ہوں۔ منتخبہ نمائندوں کی تربیت کے لیے انسٹی ٹیوٹ بنائے جائیں گے۔

ڈسٹرکٹ اینڈ لوکل گورنمنٹ پلان 2001ء کے تحت پاکستان کے 96 اضلاع کی 6022 یونین کونسلوں کے پہلے انتخابات دسمبر 2000ء سے جولائی 2001ء کے دوران 5 مرحلوں میں منعقد ہوئے۔ 31 دسمبر 2000ء کو پہلے مرحلے میں ملک کے 18 اضلاع میں، 21 مارچ 2001ء کو 20 اضلاع میں، 31 مئی 2001ء کو بھی 20 اضلاع میں، 2 جولائی 2001ء کو 27 اضلاع میں 19 جولائی 2001ء کو پانچویں مرحلے میں 11 اضلاع میں یونین کونسلوں کے انتخابات ہوئے۔ پھر اگست میں ضلع تحصیل / تعلقہ یا ٹاؤن کونسلوں اور ناظمین کے انتخابات ہوئے۔ 14 اگست 2001ء کو ان اداروں نے اپنا کام کرنا شروع کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی چاروں صوبائی حکومتوں (سرحد، پنجاب، سندھ اور بلوچستان) نے مذکورہ منصوبہ کی بنیاد پر بعض ترامیم کے ساتھ لوکل گورنمنٹ آرڈیننس 2001ء جاری کیے۔

## مقامی حکومت 2000ء کی خصوصیات و خدوخال:

مقامی حکومت 2000ء کی بنیاد پانچ اصولوں پر رکھی گئی ہے جو حسب ذیل ہیں:

### 1- سیاسی اقتدار کی تفویض:

عوامی نمائندوں کو لوگوں کی رہنمائی اور قیادت کرنے کے لیے [illegible] کی فراہمی تاکہ وہ لوگوں کے رجحانات اور رویوں میں تبدیلی لانے کے لیے کام کر سکیں۔ عام شہریوں اور محروم طبقات کی نمائندگی میں اضافہ اور حکومتی امور میں ان کی بھرپور شرکت کو یقینی بنایا جائے گا۔ منتخب نمائندوں کو مکمل سیاسی اقتدار حاصل ہو گا۔



### 2- اختیارات کی مرکزیت ختم کرنا:

مقامی حکومتیں زیادہ سے زیادہ بااختیار ہوں گی کیونکہ وہ لوگوں کے زیادہ قریب ہوتی ہیں۔ ان کے مسائل اور اپنے وسائل سے پوری طرح آگاہ ہوتی ہیں۔ ڈویژن ختم کر کے ضلعوں کو اختیارات دیئے گئے ہیں۔ ضلع سے نیچے تحصیل اور یونین کی سطح پر بھی خاطر خواہ اختیارات تفویض کئے گئے ہیں۔ ٹیکس، مالیہ اور جائیداد، صنعتی اور کاروباری تنازعات نیز خاندانی مسائل مقامی سطح پر حل کرنے کے انتظامات کر دیئے گئے ہیں۔

### 3- اختیارات کا عدم ارتکاز:

مقامی حکومت کے موجودہ نظام میں انتظامی افسروں کے عدالتی اختیارات ختم کر دیئے گئے ہیں۔ خصوصاً محکمہ مال اور پولیس کے اختیارات زیادہ ہاتھوں میں تقسیم کیے گئے ہیں۔ بعض سرکاری محکموں کو بھی الگ الگ شعبوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔

### 4- اقتدار اور اختیار میں فاصلہ:

اختیارات کے غلط استعمال کو ختم کرنے اور توازن پیدا کرنے کے لیے اگر انتظامی اختیارات ضلعی ناظم کو دیئے گئے ہیں تو قانون سازی ''ضلع کونسل'' کرتی ہے جو ناظم کے ماتحت نہیں ہے۔ اسی طرح انتظامیہ کے کام کی نگرانی کے لیے ہر سطح پر ''نگران کمیٹیاں'' بنائی گئی ہیں۔ اضلاع میں اقتدار کی منتقلی کے بعد صوبوں اور وفاق کے لیے من مانی کرنی آسان نہیں رہی۔

### 5- ضلع کی سطح پر مالی وسائل کی تقسیم:

اضلاع کو جہاں اندرونی طور پر مالیاتی وسائل اکٹھا کرنے کے لیے بااختیار بنایا گیا ہے وہاں وہ صوبائی مالیاتی کمیشن سے بھی اپنے لیے مالیاتی وسائل حاصل کرنے کا پورا پورا حق رکھتے ہیں۔ ان امور کو بروئے کار لا کر لوگ اپنی تقدیر کے خود مالک بن سکتے ہیں۔

# ضلعی اسمبلی

### ضلع کی تشکیل:

آرڈیننس 2000ء میں کہا گیا تھا کہ ضلع اسمبلی کے اراکین کا انتخاب ہر یونین کونسل میں سے براہ راست ہو گا۔ علاوہ ازیں 20 فیصد نشستیں خواتین کے لئے، پانچ فیصد کسانوں اور مزدوروں کے لئے اور پانچ فیصد مذہبی اقلیتوں کے لئے مختص ہوں گی جن کا انتخاب ہر تحصیل کونسل کے اراکین بالواسطہ طور پر کریں گے۔

آرڈیننس میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ ضلع اسمبلی کا تعلق براہ راست صوبائی اسمبلی سے ہوگا۔ یہ بھی واضح کیا گیا تھا کہ ضلع اسمبلی کے اراکین کی کل تعداد 66 ہوگی:

| | |
|---|---|
| عام نشستیں | 50 |
| خواتین | 10 |
| کسان اور مزدور | 3 |
| مذہبی اقلیتیں | 3 |
| میزان | 66 |

## ضلع اسمبلی کے فرائض:

ضلع اسمبلی کے فرائض حسب ذیل تھے:

-1 ضلع حکومت اور ضلع اسمبلی سے متعلقہ قواعد وضوابط وضع کرنا اور ان پر عمل درآمد کرنے کا طریق کار طے کرنا۔

-2 چیف میئر کے مجوزہ منصوبوں اور تجویز کردہ ٹیکسوں کی منظوری دینا۔

-3 ضلع رابطہ افسر اور ضلع حکومت کے شعبوں کے ضلع افسروں کے تقرر اور برطرفی کی توثیق کرنا۔

-4 ضلع انتظامیہ، ضلع پولیس اور انصاف کی فراہمی کی نگرانی کرنا۔

-5 متعلقہ مسائل وضروریات پر پیش ہونے والی قراردادوں کو مسترد یا منظور کرنا۔

## سوال 5: بحیثیت وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کی اصلاحات کی وضاحت کیجئے۔

جواب: دیکھئے: سال 2014ء کا سوال 5

## سوال 6: 1973ء کے دستور پاکستان کے تحت وزیراعظم پاکستان کی حیثیت اور اختیارات زیر بحث لائے۔

جواب: 20 دسمبر 1971ء کو جب مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستان کے چوتھے صدر کی حیثیت سے عنان حکومت سنبھالی تو اس وقت ملک میں کوئی آئین نہ تھا اور جنرل یحییٰ خان مارشل لاء کے تحت حکومت کی کشتی کو چلا رہا تھا۔ انہی وجوہات کی بناء پر بھٹو صاحب کو بھی مارشل لاء کے تحت ہی حکومت کی باگ ڈور سنبھالنی پڑی۔ 21 اپریل 1972ء کو اس نے مارشل لاء کا خاتمہ کیا اور اس کی جگہ ملک میں ایک عبوری آئین نافذ کیا اور ساتھ ہی ایک مستقل آئین کی تیاری کے لئے کمیٹی قائم کر دی جس کی سربراہی مسٹر محمود علی قصوری کے سپرد کی گئی۔ قصوری صاحب اس وقت بھٹو صاحب کی کابینہ میں قانون اور پارلیمانی امور کے وزیر تھے۔ انہوں نے آئین سازی



کا کام شروع ہی کیا تھا تو بعض معاملات میں غلط فہمی اور اختلافات پیدا ہو گئے چنانچہ بھٹو نے ان کو برطرف کر کے اُن کی جگہ مسٹر عبدالحفیظ پیرزادہ کو آئین سازی کا کام سپرد کر دیا' بعد میں بھٹو نے ان اختلافات کی بناء پر ان کو قومی اسمبلی کی رکنیت سے بھی فارغ کر دیا۔ حفیظ پیرزادہ نے نیا دستور قومی اسمبلی میں پیش کیا جسے 10 اپریل 1973ء کو قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر منظور کر لیا اور 14 اگست 1973ء سے اسے ملک میں نافذ کر دیا گیا۔

## وزیراعظم کی حیثیت:

پارلیمانی نظام میں مملکت کے انتظامی امور کا سرچشمہ وزیراعظم کو گردانا جاتا ہے جو حقیقت میں عوام کی طرف سے منتخب ہو کر قوم کی قیادت ملک کے ہر امر میں کرتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ مملکت کے تمام امور اور مسائل اس کی ذات کے گرد گھومتے ہیں اور یہ عہدہ ہمیشہ ملک میں اکثریتی جماعت کو حاصل ہوتا ہے اور اس اکثریت سے منتخب ہونے والی پارٹی کے قائد کو یہ عہدہ پیش کیا جاتا ہے اور وہ پانی کابینہ کی تشکیل کرتا ہے۔

## وزیراعظم کا انتخاب:

قومی اسمبلی کے اراکین کا جب انتخاب مکمل ہو جاتا ہے تو صدر مملکت اکثریت سے جیتنے والی پارٹی کے سربراہ کو اپنی کابینہ تشکیل دینے کے لئے مدعو کرتا ہے۔ اس کے لئے یہ شرط لازمی ہے کہ وہ مسلمان ہو اور وہ مندرجہ ذیل حلف اُٹھائے:

"میں قسم کھاتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں اور خدا پر میرا ایمان ہے اور قادر مطلق کی توحید' خدا تعالیٰ کے صحائف' قرآن پاک' محمد ﷺ کی نبوت اور ان کے خاتم النبیین ہونے' یوم قیامت اور قرآن وسنت کی جملہ تعلیمات پر کامل ایمان رکھتا ہوں۔"

-1 وزیراعظم کا انتخاب قومی اسمبلی کے کل ممبران کی اکثریت رائے سے ہوگا۔

-2 صدر مملکت منتخب ہونے والے وزیراعظم کو وزارت عظمیٰ کی کرسی سنبھالنے کی دعوت دے گا اور اس سے حلف لے گا۔

-3 1985ء کے دوران اس طریق میں قدرے تبدیلی کر دی گئی' صدر کسی ایسے رکن اسمبلی کو وزیراعظم نامزد کریں گے جو صدر مملکت کے خیال میں اکثریت کی حمایت رکھتا ہو۔ نامزد وزیراعظم کو حلف اُٹھا کر ساٹھ دن کے اندر اندر اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ حاصل کرنا ہوگا۔

-4 20 مارچ 1990ء کو اس میں پھر ترمیم کر دی گئی جس کے مطابق صدر مملکت کسی ایسے رکن کو وزیراعظم بننے کی دعوت دیں گے جسے واضح طور پر اسمبلی میں اکثریت حاصل ہو گی۔

# وزیراعظم کے اختیارات وفرائض

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے وزیراعظم کے اختیارات وفرائض حسب ذیل ہوں گے:

1- وزیراعظم وفاقی وزراء اور وزیرمملکت پر مشتمل کابینہ تشکیل کرے گا۔

2- اس کابینہ کے اراکین پارلیمنٹ کے ممبر ہوں گے اور صدر مملکت کی سامنے حلف اُٹھائیں گے۔

3- کابینہ کے ممبران کی تعداد تین چوتھائی قومی اسمبلی سے اور ایک چوتھائی سینٹ کے ممبروں پر مشتمل ہوگی۔

4- کابینہ قومی اسمبلی کو جوابدہ ہوگی۔

5- تمام وزراء وزیراعظم کی خوشنودگی تک کام کریں گے' وزیراعظم جب چاہے ان کو سبکدوش کرسکتا ہے لیکن ایسا کرنے سے پیشتر وہ صدر مملکت سے مشورہ کرے گا۔

6- وزیراعظم کے مشورے پر صدر پانچ ایڈوائزر بھی مقرر کر سکے گا۔

7- قائد حزب اقتدار تمام محکموں کی نگرانی کرے گا اور ان میں ہم آہنگی اور روابط پیدا کرنے کی کوشش کرے گا اور ملکی پالیسی کے اہم اعلانات کرنے کا حق رکھے گا اور اس کی کارکردگی بڑھانے کے لئے قائد حزب اختلاف سے تعلقات بڑھا سکتا ہے۔

8- وزیراعظم کا فرض ہے کہ وہ صدر مملکت کو تمام ملکی حالات سے باخبر رکھے۔

9- آئین 1973ء کے مطابق وزیراعظم صدر پاکستان کے نام تحریری استعفیٰ دے سکتا ہے۔ وزیراعظم کے استعفیٰ کے ساتھ ہی تمام وزراء اپنے عہدوں سے سبکدوش ہو جاتے ہیں۔ تاہم وزیراعظم اس وقت تک کام کرتا رہتا ہے جب تک اُس کا جانشین عہدہ سنبھالے۔ اگر وزیراعظم اس وقت استعفیٰ دے جب قومی اسمبلی کا اجلاس ہو رہا ہو تو قومی اسمبلی بلاتاخیر نیا وزیراعظم انتخاب کرلیتی ہے۔ اگر اس وقت استعفیٰ دے جب اجلاس نہ ہو رہا ہو تو صدر پاکستان 41 دن کے اندر وزیراعظم کے انتخاب کے لئے اسمبلی کا اجلاس طلب کرتا ہے۔

10- اگر وزیراعظم وفات پا جائے یا قومی اسمبلی کا رُکن نہ رہنے کی وجہ سے وزارت عظمیٰ کا منصب خالی کردے تو صدر پاکستان سینئر وزیر سے کہے گا کہ وہ اس عہدہ پر قائم مقام کی حیثیت سے کام کرے۔ اگر وزیراعظم ملک سے باہر ہو یا کسی وجہ سے اپنے فرائض انجام دینے کے قابل نہ ہو تو اس صورت میں بھی سب سے سینئر وزیر قائم مقام وزیراعظم کے فرائض انجام دے گا۔



**عہدے کی میعاد:**

وزیراعظم جب مناسب خیال کرے' صدر مملکت کو اپنا استعفیٰ پیش کرسکتا ہے۔ وزیراعظم کے مستعفی ہونے کے ساتھ ہی کابینہ کے وزراء اپنے اپنے عہدوں سے محروم ہو جائیں گے۔ وزیراعظم کی عدم موجودگی میں یا اس کی فوتیدگی کی صورت میں سینئر وفاقی وزیر نئے وزیراعظم کے منتخب ہونے تک یہ فرائض سرانجام دے گا۔

وزیراعظم کے خلاف عدم اعتماد مندرجہ ذیل صورتوں میں ہوسکتا ہے:

1- عدم اعتماد کی قرارداد پیش کرتے وقت جانشین کا نام پیش کرنا ضروری ہے۔

2- عدم اعتماد کی قرارداد جب قومی اسمبلی میں کوئی معاملہ زیربحث ہو' پیش نہیں کی جاسکتی۔

3- قرارداد پیش ہونے کے تین دن بعد اور سات دن گزرنے سے پہلے ووٹنگ ہوگی۔

4- قرارداد منظور ہونے کی صورت میں صدر مملکت نامزد رکن کو کابینہ کی تشکیل کے لئے دعوت دے گا' پہلی کابینہ ختم ہو جائے گی۔

5- اگر قرارداد نامنظور ہو جائے تو اس صورت میں اگلے چھ ماہ کے دوران ریزولیشن پیش ہو سکے گا۔

**سوال 7: ان حالات کا جائزہ لیجئے جو 1999ء میں مارشل لاء کے نفاذ کا باعث بنے۔**

**جواب:** ضیاء الحق کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد جنرل مرزا اسلم بیگ نے فوج کی کمان سنبھالی۔ جنرل صاحب کے بقول وہ فوج کی کمان سنبھالنے کے لئے ذہنی طور پر تیار نہ تھے۔ 17 اگست 1988ء کو بہاولپور کے نزدیک جب ضیاء الحق کا جہاز تباہ ہوا تو جنرل مرزا اسلم بیگ اپنے الگ جہاز میں فضاء میں ہی موجود تھے۔

1988ء کے جماعتی انتخابات کے نتیجے میں بے نظیر بھٹو وزیراعظم بنیں مگر صدر غلام اسحاق خان نے انہیں 6 اگست 1990ء کو اقتدار سے محروم کر دیا۔ اقتدار نواز شریف کو مل گیا۔ فوج کا خیال تھا کہ نواز شریف کوئی ایسا کام نہیں کریں گے جو ملک وقوم کی بدنامی کا باعث ہو لیکن نواز شریف زیادہ دیر تک نہ چل سکے۔ انجام کار نواز شریف گھر بھیج دیئے گئے۔

بے نظیر بھٹو جنہیں دو اڑھائی سال قبل ہی اقتدار سے محروم کیا گیا تھا' ایک مرتبہ پھر وزیراعظم بن گئیں۔ سردار فاروق لغاری کو بے نظیر بھٹو نے صدر بنایا تھا لیکن اقتدار کب ہمیشہ کسی کے پاس رہتا ہے۔ وہ صدر کی حیثیت سے نواز شریف کے ساتھ زیادہ دیر تک نہ چل سکے اور آخرکار انہیں استعفیٰ دینا پڑا۔ سردار فاروق لغاری ہی نہیں بلکہ نواز شریف نے فوج کے سربراہ

جہانگیر کرامت اور سپریم کورٹ کے سربراہ سجاد علی شاہ کو بھی گھر بھیج دیا۔ ان حالات میں جب نوازشریف کو پارلیمنٹ میں دو تہائی سے زیادہ اکثریت حاصل تھی' ایسے میں کوئی سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ ایک دن اچانک نوازشریف کی حکومت ختم کی جا سکتی ہے لیکن ایسا ہوا۔ فوج نے آئینی طریقے سے نوازشریف کی حکومت ختم کرنے کے لئے اختیار کئے جانے والے تمام راستوں کے بند ہو جانے کے بعد 12 اکتوبر 1999ء کو اقتدار پر اس وقت قبضہ کر لیا جب نوازشریف نے جہانگیر کرامت کی طرح جنرل پرویز مشرف کو بھی GHQ سے نکال کر اپنی مرضی کے جرنیل ضیاء الدین بٹ کو فوج کا سربراہ بنانے کا فیصلہ صادر کیا۔

اقتدار حاصل کرنے کے بعد جنرل پرویز مشرف نے مارشل لاء نافذ کرنے کی بجائے آئین کو معطل کر دیا' اسمبلیاں توڑنے کی بجائے انہیں Suspend کر دیا اور ملک میں ایمرجنسی نافذ کر دی۔ عوام نے جنرل پرویز مشرف کو خوش آمدید کہا کیونکہ وہ نوازشریف کے دور میں ہونے والی مہنگائی سے تنگ آ چکے تھے۔

جنرل پرویز مشرف نے اقتدار میں آنے کے بعد صدر رفیق تارڑ سے درخواست کی تھی کہ وہ ملک کے وسیع تر مفاد میں اپنے عہدے پر موجود رہیں۔ وہ ایک ریٹائرڈ جج تھے' وہ اپنی زندگی کا اہم حصہ گزار چکے تھے اور نوازشریف نے انہیں ریٹائرمنٹ کے دنوں میں صدر کے عہدے پر فائز کیا تھا۔

12 اکتوبر 1999ء کو جب فوج اچانک اقتدار میں آئی اور یہ خبر ملکی اور بین الاقوامی نشریاتی اداروں کے ذریعے دنیا تک پہنچی تو سفارتکاروں اور پاکستان میں دلچسپی رکھنے والے دیگر افراد کو اس سے زیادہ کچھ معلوم نہ تھا کہ جنرل پرویز مشرف پاکستان کی مسلم افواج کے سربراہ ہیں۔ خود ہمارے اپنے ملک میں صحافیوں' کالم نگاروں اور دانشوروں کی یہ حالت تھی کہ انہیں معلوم نہ تھا کہ پرویز مشرف کا ماضی کیا ہے۔

2016

# پرچہ تیسرا: پاکستان میں آئینی و سیاسی ارتقاء

## حصہ معروضی

**سوال 1: درج ذیل کے مختصر جوابات دیجیے:**

1- ابڈی کیشن آف یحییٰ Abdication of Yahya

ج: بھارت نے 1971ء کو مشرقی پاکستان پر اپنا قبضہ کر لیا۔ بھارتی قبضہ کے خلاف لوگوں نے یحییٰ خان کے خلاف مظاہرے شروع کر دیئے اور مطالبہ کیا کہ وہ عہدے سے الگ ہو جائیں۔ 1971ء کو صدر پاکستان کے عہدے سے الگ ہو گئے۔

2- ون یونٹ

ج: مشرقی اور مغربی پاکستان کی غیر متناسب تقسیم نے کئی قسم کے اختلافات کو جنم دیا لہٰذا مغربی پاکستان کے پانچوں یونٹوں کو ایک صوبہ میں مدغم کر دیا گیا۔ اس کی بدولت 1955ء کو مغربی پاکستان کا صوبہ باضابطہ طور پر معرض وجود میں آ گیا۔

3- بوگرہ فارمولا

ج: محمد علی بوگرہ فارمولے میں مساوات کے اصول کے تحت دو ایوانی مقننہ متعارف کرائی گئی تھی جس کے تحت ایوان بالا میں تمام صوبوں کو نمائندگی کی بنیاد پر اور ایوان زیریں میں آبادی کے مطابق نمائندگی دی گئی تھی۔

4- این ایف سی ایوارڈ

ج: ''قومی مالیاتی کمیشن'' صدر صوبائی گورنروں کے مشورے سے مقرر کرتا ہے۔ فرائض وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے درمیان ٹیکسوں کی آمدنی کی تقسیم، مالی امداد اور مالیات کے متعلقہ فیصلے کرنا۔

5- کولیشن گورنمنٹ

ج: دو یا دو سے زیادہ سیاسی پارٹیاں جب مل کر حکومت بنتی ہیں، ایک جماعت لیڈ کرتی ہے اور دوسری جماعتیں اس کا ساتھ دیتی ہیں تو ایسی حکومت کو کولیشن گورنمنٹ کہتے ہیں۔

6- چارٹر آف ڈیموکریسی

ج: اسے میثاق جمہوریت بھی کہا جاتا ہے، یہ ایک معاہدہ تھا جو 14 مئی 2006ء میں لندن کے مقام پر نواز شریف اور بے نظیر کے درمیان ہوا تھا۔

7- انڈس بیسن ٹریٹی

ج: پاکستان اور بھارت کے درمیان نہری پانی کا تنازعہ 1960ء کو طے پایا۔ دریائے راوی، بیاس اور ستلج کا حق بھارت جبکہ سندھ، جہلم اور چناب پر پاکستان کا حق ہو گا۔



8- دختر مشرق

ج: پاکستان کی سابقہ وزیراعظم بے نظیر بھٹو کا شاہکار ہے جو انہوں نے اپنی زندگی کے حالات کے بارے میں دلکش انداز میں اپنی کہانی لکھی۔

9- سر ظفر اللہ

ج: سر ظفر اللہ سیالکوٹ میں 1893ء میں پیدا ہوئے اور 1985ء میں انہوں نے وفات پائی۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے سرگرم رکن تھے، مصنف بھی تھے۔

10- تاشقند معاہدہ

ج: پاکستان بھارت 1965ء جنگ کے بعد سوویت یونین کے وزیراعظم نے دونوں ملکوں کے درمیان جنگ بندی کا معاہدہ کروایا جو ''معاہدہ تاشقند'' کہلاتا ہے۔ اس کی وجہ سے دونوں فریق اپنی اپنی سابقہ پوزیشنوں پر چلے گئے۔

---

## حصہ موضوعی

**سوال 2: نواز شریف کی گورنمنٹ 1993ء میں کیوں ختم کی گئی؟ وجوہات بیان کیجیے۔**

# نواز شریف حکومت کی برطرفی کی وجوہات

میاں محمد نواز شریف کے اتحاد آئی جے آئی کو مرکز اور پنجاب میں واضح طاقت ملی تھی اور انہوں نے اس کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔ نواز شریف صاحب اس دور حکومت میں محترمہ بے نظیر کے دور حکومت کی نسبت زیادہ قانون سازی ہوئی اور مشترکہ مفادات کی کونسل کے کئی اجلاس ہوئے۔ صوبوں کے درمیان پانی کی تقسیم کے معاملے پر کافی پیش رفت ہوئی۔ ان تمام حالات کے باوجود 18 اپریل 1993ء کو صدر غلام اسحٰق خان نے نواز شریف حکومت کو برطرف کر دیا۔ سپریم کورٹ نے 26 مئی 1993ء کو حکومت کو بحال کیا مگر صدر اور وزیراعظم کے درمیان حالات اتنے کشیدہ ہو چکے تھے کہ حکومت کا کام کرنا مشکل نظر آ رہا تھا ان حالات میں فوج نے مداخلت کرتے ہوئے وزیراعظم اور صدر دونوں کو اپنے عہدے چھوڑنے پر مجبور کیا اور بالآخر صدر اور وزیراعظم 18 جولائی 1993ء میں اپنے عہدوں سے مستعفی ہو گئے۔

اگر ہم جناب محمد نواز شریف صاحب کی حکومت کی برطرفی کے پیچھے کارفرما عناصر کا جائزہ لیں تو ہمیں درج ذیل واقعات اہم نظر آتے ہیں:

## آئی - جے - آئی کی کشیدہ صورتحال:

اسلامی جمہوری اتحاد (آئی - جے - آئی) میں شامل جماعتوں کے درمیان اختلافات آہستہ آہستہ منظرِعام پر آنے لگے۔ نوازشریف بطور سربراہ سارے فیصلے خود ہی کرتے تھے۔ ان کے وزراء میں سے بہت سے ایسے تھے جن کو وزیراعظم سے ملاقات کا وقت کم ہی ملتا تھا۔ آئی جے آئی کے سیکرٹری پروفیسر غفور احمد حکومت قائم ہونے کے کم و بیش دس ماہ بعد پہلی مرتبہ نوازشریف سے ملے۔ انہوں نے نوازشریف سے اتحادی جماعتوں کا اجلاس بلانے کے لئے کہا مگر انہوں نے اس پر کوئی توجہ نہ دی۔ نفاذ اسلام کے مسئلہ پر معروف مذہبی لیڈر عبدالستار خان نیازی اور حزب جہاد کر سربراہ آغا پویا اتحاد علیحدہ ہو گئے۔ غلام مصطفیٰ جتوئی کے بیٹے مرتضیٰ جتوئی کو وزارت سے برطرف کر دیا گیا اور جتوئی نے بے نظیر بھٹو سے ملاقاتیں شروع کر دیں۔ القصہ اسلامی جمہوری اتحاد نہ اسلامی بن سکا اور نہ جمہوری!

## ایم کیو ایم سے نوازشریف کا اتحاد:

ایم کیو ایم اور اس کے قائد الطاف حسین کے ساتھ نوازشریف کا اتحاد ہمیشہ ہی تنقید کا نشانہ بنا رہا۔ 1990ء کے انتخابات کے دوران ایم کیو ایم کے ساتھ اتحاد کرتے ہوئے جماعت اسلامی کو قربانی کا بکرا بنایا گیا اور شہری حلقوں میں ''خصوصی امداد'' سے ایم کیو ایم کو سیٹیں جتوائی گئیں۔ جام صادق کی وفات کے بعد سندھ میں فوجی آپریشن شروع ہوا تو ایم کیو ایم کے ظالمانہ اقدامات کی تشہیر اخبارات اور ٹی وی پر ہوئی جس سے نوازشریف حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔

## صوبہ سندھ میں بدامنی و انتشار:

جنرل ضیاء الحق کے دور میں بھی صوبہ سندھ میں بدامنی اور بے چینی جاری رہی۔ محمد خان جونیجو جن کا تعلق صوبہ سندھ سے تھا' وہ بھی اس خرابی پر قابو نہ پا سکے۔ 1990ء کے انتخابات میں نوازشریف نے ایم - کیو - ایم سے انتخابی سمجھوتہ کیا جس کے تحت ایم کیو ایم کو سندھ کے شہری علاقوں میں واضح کامیابی حاصل ہوئی۔ میاں محمد نوازشریف نے ایم کیو ایم کے ساتھ مل کر سندھ میں حکومت بنائی اور پیپلز پارٹی کے سابق لیڈر جناب جام صادق علی نے بطور وزیراعلیٰ ذمہ داریاں سنبھالیں مگر ان کے دور اقتدار میں سندھ کے حالات مزید خراب ہو گئے اور ان میں مزید خرابی اس وقت پیدا ہوئی جب ایم کیو ایم دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ ایک صوبائی وزیر بدر اقبال اور ایم کیو ایم کے دو جائنٹ سیکرٹریوں عامر خان اور آفاق احمد (جن کو سرکاری حلقے ''گینگ آف تھری'' کا نام دیتے تھے) نے ایم کیو ایم (حقیقی) بنا لی۔ ابتداء میں ان تینوں کو ملک بدر کر دیا گیا مگر 1992ء میں یہ واپس آ گئے اور ایم کیو ایم کے دونوں دھڑوں میں شدید قتل و غارت گری



شروع ہو گئی۔ کراچی کے حالات کا اندازہ اس بات لگایا جا سکتا ہے کہ واہ فیکٹری سے کراچی اسلحہ لے کر جانے والی گاڑی کو بن قاسم کے مقام پر لوٹ لیا گیا۔

جب مہاجر آرمی چیف جنرل مرزا اسلم بیگ کی جگہ جنرل آصف نواز جنجوعہ نے آرمی چیف کی ذمہ داریاں سنبھالیں اور مئی 1991ء میں سندھ میں فوج نے آپریشن شروع کیا تو دادو' لاڑکانہ' نوشہرو فیروز' سکھر اور ٹنڈو الہ یار کے علاقوں سے بہت سے جرائم پیشہ افراد اور ڈاکوؤں کو ہلاک و گرفتار کیا گیا جس سے اندرون سندھ لوٹ مار اور قتل و غارت گری کے واقعات میں کمی واقع ہوئی۔

یکم اگست 1992ء کو فوج اور پولیس نے کراچی شہر کے مختلف علاقوں میں آپریشن کے دوران ایم کیو ایم سے تعلق رکھنے والے 34 افراد کو کافی مقدار میں اسلحہ سمیت گرفتار کر لیا گیا۔ اس آپریشن کے دوران مختلف علاقوں میں قائم نو گو ایریاز میں قائم خفیہ مقامات پر بہت سے عقوبت خانے ملے جن کی دیواروں پر خون کے دھبے گزرے واقعات کو بیان کر رہے تھے۔ اس کے بعد ایم کیو ایم کے قائد جناب الطاف حسین پر قتل' اغوا' فائرنگ' عقوبت خانے چلانے اور قتل و غارت گری کی پشت پناہی کے مقدمات قائم کئے گئے جس کے بعد الطاف حسین لندن چلے گئے اور ایم کیو ایم کے چیئرمین عظیم طارق روپوش ہو گئے۔ تاہم کچھ عرصے بعد عظیم طارق نے سندھ کے گورنر محمود اے ہارون سے ملاقات کر کے حالات میں بہتری کے لئے صلاح مشورہ کیا۔

جولائی 1992ء کو فوج کے ایک ترجمان نے بتایا کہ صوبہ سندھ کے شہری علاقوں کو ایک آزاد ریاست (جناح پور یا اُردو دیش) بنانے کا منصوبہ تھا۔

## افغان پالیسی میں تبدیلی:

نوازشریف حکومت کو افغانستان کے مسئلہ پر اس طبقے کی شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا جو جہاد افغانستان کا حامی تھا۔ نوازشریف نے یو- این کے جنرل سیکرٹری بطروس غالی کے فارمولے کے تحت وسیع البنیاد حکومت کی حمایت کی جس میں اصل افغان جہادی تنظیمیں پس منظر میں چلی گئیں لیکن کابل میں توپوں اور مشین گنوں کی فائرنگ جاری رہی۔ نوازشریف نے دوسرے اسلامی ممالک سے آئے ہوئے جہاد دستوں کو فوراً واپس بھیجنے کی ہدایات جاری کیں۔ پوری قوم جہاد افغانستان میں کامیابی پر جو ذہن بنائے بیٹھی تھی نوازشریف صاحب کے ان فیصلوں نے ان کے جوش کو ٹھنڈا کر دیا۔

## وینا حیات کیس:

معروف مسلم لیگ رہنما سردار شوکت حیات کی بیٹی وینا حیات جو بے نظیر بھٹو کی سہیلی تھیں' 27 نومبر 1991ء کو پانچ نقاب پوشوں نے حملہ کیا اور انہیں اجتماعی زیادتی کا نشانہ بنایا۔

بے نظیر نے اس کا الزام عرفان اللہ مروت پر عائد کیا جو صدر غلام اسحٰق خان کے داماد اور جام صادق علی کے مشیر تھے۔ کراچی میں حکومت کی خفیہ ایجنسیاں ان کی زیرہدایت کام کرتی تھیں۔ اس سے صدر اور وزیراعظم دونوں کی شہرت کو شدید نقصان پہنچا۔

## آرمی چیف جنرل آصف نواز جنجوعہ کی ناگہانی موت:

17 اکتوبر 1992ء کو بے نظیر سے آصف نواز جنجوعہ کی ملاقات سے یہ تاثر لیا جا رہا تھا کہ حکمرانوں کے تعلقات ٹھیک نہیں ہیں۔ 8 جنوری 1993ء کو اچانک آرمی چیف جنرل آصف نواز جنجوعہ انتقال کر گئے۔ بعد میں 11 اپریل 1993ء کو ان کی اہلیہ نے انکشاف کیا کہ ان کی وفات دل کا دورہ پڑنے سے نہیں ہوئی بلکہ انہیں قتل کیا گیا ہے اور اس میں نواز شریف کے بعض ساتھی ملوث ہیں۔

نگران وزیراعظم جناب معین قریشی صاحب کے دور میں آرمی چیف جنرل آصف نواز جنجوعہ کی لاش کا ایک آٹھ رکنی ٹیم نے پوسٹ مارٹم کیا جس میں تین غیر ملکی ڈاکٹر بھی شامل تھے' ان کی رپورٹ کے مطابق جناب آصف نواز کی موت دل کے دورے سے نہیں بلکہ زہر خورانی سے ہوئی تھی۔

## مالیاتی بدعنوانی کے الزامات:

نواز شریف صاحب کے دور حکومت میں ان کا خاندانی معاشی تنازعہ اُبھرا جس میں میاں محمد شریف کے بھتیجوں نے جائیداد میں اپنے حصے کا مطالبہ کیا۔ ان حالات میں ایڈیٹر نوائے وقت جناب مجید نظامی نے نواز شریف صاحب کو مشورہ دیا کہ ''آپ مہربانی کر کے اپنے کاروبار اور کارخانوں کو اپنے خاندان میں تقسیم کر دیں اور مزید کوئی کارخانہ یا صنعت نہ لگائیں کیونکہ اب آپ کو ملنے والا قرضہ آپ کو نہیں بلکہ ایک وزیراعظم کے باپ کو ملے گا۔''

نواز شریف صاحب نے ان باتوں پر دھیان نہ دیا اور مزید کئی صنعتیں قائم کیں جن میں لوہا' چینی اور کپڑے کے کارخانے شامل تھے اور اس طرح وہ ملک کے سب سے بڑی انڈسٹریل اسٹیٹ کے مالک بن گئے۔ ان تمام حالات نے بھی ان کے خلاف لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کیے۔

## صدر وزیراعظم کے درمیان خلیج:

آٹھویں ترمیم کے بعد پاکستان میں وزیراعظم کی حیثیت صدر کی نسبت کافی کمزور تھی' یہی وجہ تھی کہ وزیراعظم جناب نواز شریف صاحب کی کوشش تھی کہ آٹھویں ترمیم کے ذریعے اسمبلی توڑنے کا اختیار جو صدر کو حاصل ہے اسے ختم کر دیا جائے۔ دوسری طرف صدر غلام اسحٰق خان



کی نظر بھی تمام حالات پر تھی اور صدر اور وزیراعظم کے درمیان روز بروز بڑھتی ہوئی چپقلش کا نتیجہ تھا کہ بالآخر 18 اپریل 1993ء کو نواز شریف کی حکومت کو بدعنوانی' اقرباء پروری اور بدانتظامی کے الزامات لگا کر برطرف کر دیا گیا۔

## نواز حکومت کی بحالی اور صدر اور وزیراعظم کا استعفیٰ:

نواز شریف کی حکومت کی برطرفی میں محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کے صدر اسحٰق خان کے رابطوں کو بھی اہمیت دی جا رہی تھی۔ اسی تناظر میں بے نظیر بھٹو حلیف ایئر مارشل (ر) اصغر خان نے کہا: ''بے نظیر نے صدر غلام اسحٰق خان سے ملاقات کر کے جمہوریت کی پیٹھ میں چھرا گھونپا ہے اور آمریت کا ساتھ دیا ہے۔''

قومی اسمبلی توڑنے کے خلاف سپیکر گوہر ایوب خان نے سپریم کورٹ آف پاکستان میں رٹ دائر کر دی جس کے فیصلہ میں عدالت 26 مئی 1993ء کو نواز شریف کی حکومت بحال کر دی۔ نواز شریف صاحب اور ان کی کابینہ نے اسمبلی سے 29 مئی 1993ء کو اعتماد کا ووٹ حاصل کیا مگر چونکہ صدر اور وزیراعظم کے درمیان اختلافات بہت زیادہ وسیع ہو چکے تھے اس لئے حکومت کا اپنے امور کو بجا طور پر ادا کرنا بظاہر ناممکن ہو گیا تھا۔ اس تمام صورتحال میں فوج کو مداخلت کرنا پڑی اور 17 جولائی 1993ء کو آرمی چیف جنرل عبدالوحید کاکڑ' نواز شریف اور غلام اسحٰق خان نے ایک معاہدہ پر دستخط کیے جس کے تحت نواز شریف صاحب نے اسمبلی توڑنے کا مشورہ دے دیا اور اس طرح وزیراعظم نواز شریف اور صدر غلام اسحٰق خان نے اپنے عہدوں سے استعفیٰ دے دیا۔

---

سوال 3: 1973ء کے دستور کے مطابق وزیراعظم پاکستان کے اختیارات بیان کیجئے۔

جواب: دیکھئے: امتحان سال 2015ء کا سوال 6

---

سوال 4: پاکستان میں سیاسی عدم استحکام کی وجوہات بیان کیجئے۔

جواب: دیکھئے: امتحان سال 2015ء کا سوال 6

---

سوال 5: پاکستان میں دہشت گردی کی وجوہات کیا ہیں؟ اس کے سوسائٹی پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟

جواب: 9 ستمبر 2001ء کے بعد پاکستان نے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ کا صف اوّل کے اتحادی کے طور پر ساتھ دیا۔ نومبر 2001ء میں جب امریکہ نے افغانستان میں

حملے کا منصوبہ بنایا تو مشرف حکومت نے امریکہ کو اس جنگ میں ہر قسم کی امداد اور حمایت کی مکمل یقین دہانی کرائی۔ افغانستان میں نیٹو افواج کو اسلحہ اور خوراک سمیت تمام قسم کا ساز وسامان براستہ پاکستان پہنچایا جا رہا ہے۔ مشرف حکومت نے نہ صرف دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ کی تمام شرائط مانیں بلکہ معاشی اور اقتصادی لحاظ سے بھی امریکہ کی مرضی کے ماتحت ملک کو چلایا۔ یوں 2001ء سے ہی پاکستان کے اندر امن کو تباہ کرنے اور عوام کو دہشت میں مبتلا کرنے کا عمل شروع ہو گیا۔ یہ سلسلہ تیزی سے بڑھتا گیا اور دہشت گردی کی آگ نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

پاکستان میں 2008ء دہشت گردی کے حوالے سے انتہائی بھیانک سال ثابت ہوا۔ اس سال دہشت گردی کے یہ واقعات خودکش حملوں، کار یا موٹر سائیکل بم حملوں اور دھماکا خیز مواد خفیہ طریقے سے نصب کرنے کے ذریعے سے کیے گئے جس میں باوثوق ذرائع کے مطابق 6570 عام شہری جاں بحق جبکہ ہزاروں کی تعداد میں زخمی اور عمر بھر کے لئے معذور ہو گئے۔ ان میں 646 سیکورٹی اہلکار بھی شامل تھے۔ پاکستان کو امریکہ سے دوستی بہت مہنگی پڑی۔

2008ء میں نہ صرف بڑے پیمانے پر جنگ کے نتیجے میں پیدا ہونے والی دہشت گردی کی وجہ سے ہزاروں افراد کی ہلاکتیں ہوئیں، ماؤں کی گودیں اُجڑیں، عورتیں بیوہ ہوئیں، بچے یتیم ہوئے بلکہ معاشی لحاظ سے بھی ملک تباہی کے دہانے پر پہنچ گیا۔ اس سال ملک کی کئی سرکاری، غیر سرکاری اور کمرشل عمارتوں کو بھی نشانہ بنایا گیا۔ کاروبار کے علاوہ معمولات زندگی پر بھی بہت بُرا اثر پڑا۔ ان میں لاہور میں واقع ایف۔ آئی۔ اے کی بلڈنگ، اسلام آباد میں میریٹ ہوٹل اور اسلام آباد میں ہی پولیس ہیڈ کوارٹر شامل ہیں۔

مساجد اور امام بارگاہیں بھی ان واقعات سے محفوظ نہیں رہیں اور ملک کے تقریباً تمام بڑے شہروں میں اس قسم کے واقعات ہوئے تاہم عبادت گاہوں کو نشانہ بنانے کے حوالے سے پختونخوا پہلے نمبر پر رہا۔ ملک میں ہونے والی تمام دہشت گردی کے واقعات میں کل جانی نقصان کا 85 فیصد سوات، مینگورہ، وزیرستان، وانا اور دیگر شمالی علاقہ جات میں ہوا جہاں پاکستانی فوج ''طالبان'' کے خلاف لڑ رہی ہے۔

غیر سرکاری اعداد و شمار کے مطابق 2008ء میں دہشت گردی کے واقعات میں ملکی و غیر ملکی افراد سمیت 8 ہزار سے زائد افراد ہلاک ہوئے۔ اس سال کے دوران ملک بھر میں چھوٹے بڑے شہروں میں ایک ہزار سے زائد بم دھماکے ہوئے۔ 2008ء میں خودکش حملوں کی تعداد گزشتہ سالوں کی نسبت سب سے زیادہ رہی جو کہ 61 تھی۔

اگر ہم دہشت گردی کی وجوہات کا جائزہ لیں تو یہی بات سامنے آتی ہے کہ اس میں غیر ملکی ہاتھ کارفرما ہے کیونکہ امریکی تھینک ٹینک نے کہا تھا کہ پاکستان اگر دہشت گردی میں



امریکہ کا ساتھ نہ دیتا تو بہت نقصان اُٹھاتا لیکن ساتھ دے کر پاکستان نے اس سے بھی زیادہ نقصان اُٹھایا ہے۔ عدم برداشت، کم عقلی اور انتہاپسندی اس دہشت گردی کی اہم ترین وجوہات ہیں۔ دہشت گردی نے لوگوں میں بے چینی اور بے یقینی کی صورت حال پیدا کر دی۔ انسانوں سے دن کا سکون اور رات کی نیند چھین لی ہے۔ انسانوں کی ترقی پر ہونے والا سرمایہ دہشت گردی کی روک تھام پر فروغ ہو رہا ہے، اندرونی اور بیرونی دونوں طرز کی ترقی رُک چکی ہے مگر اس کے باوجود ہم اور ہمارے بچے بہادر ہیں وہ ان سے خوف زدہ نہیں بلکہ ان کو للکارتے ہیں:

''بزدل دشمن بنا پھرتا ہے جو بچوں سے لڑتا ہے!''

**سوال 6: مقامی حکومت خود اختیاری 2002ء کے تحت اختیارات پر بحث کیجئے۔**

جواب: دیکھئے: امتحان سال 2013ء کا سوال 7 اور سال 2015ء کا سوال 4

**سوال 7: 1956ء کا آئین کیوں ناکام ہوا؟ بحث کیجئے۔**

جواب: دیکھئے: امتحان سال 2011ء کا سوال 8